قَدَمْ قَدَمْ مَنزِل

(ڈرامے)

رحمان ساجد
(محمد عبدالرحمٰن خان)

جملہ حقوق بحقِ مصنّف محفوظ

- سنِ اشاعت ..... جنوری ۱۹۹۱ء
- تعداد ... ... چھ سو
- قیمت ... ... 14 روپے

بیرونی ممالک کیلئے ۳ ڈالر

- سرِ ورق ... ... محمد نعیم الدین صابری
- کتابت ... ... شفیع اقبال
- طباعت ... ... اعجاز پریس، چھتہ بازار۔ حیدرآباد

ناشر:

RAH

رحمان ساجد

چنچل گوڑہ۔ حیدرآباد۔ ۲۴

ملنے کے پتے

- حسامی بک ڈپو۔ مچھلی کمان، حیدرآباد۔ ۲
- الیاس ٹریڈرس۔ شاہ علی بنڈہ روڈ۔ حیدرآباد۔ ۲
- ادبی مرکز۔ اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار۔ حیدرآباد
- بمکان مصنّف 16-4-479/2، چنچل گوڑہ۔ حیدرآباد۔ ۲۴ (اے پی)

16-4-479/2
Chanchalguda - Hyd. 24
A.P.



رحمان ساجدؒ

یہ کتاب فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی، حکومت
اُترپردیش لکھنؤ کے مالی تعاون سے شائع ہوئی

ھدیہ تشکّر

ربّ العزّت کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کے فضل و کرم کے باعث کتاب کی اشاعت عمل میں آئی۔ اور ساتھ ہی ساتھ مالی تعاون کے لئے فخرالدین علی احمد میموریل کمیٹی اُتر پردیش لکھنؤ کا بھی مشکور ہوں۔

اِنتسابُ

فرزندِ اوّل

مقصود

احمد

خان

کے نام

نامِ مصنّف ... ... محمد عبدالرحمٰن خان

قلمی نام ... ... رحمان ساجد

تاریخِ پیدائش ... ... ۲ر جنوری سنہ ۱۹۳۰ء

تعلیم ... ... بی۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل

پیشہ ... ... فارسٹ رینج آفیسر ریٹائرڈ

مشغلہ ... ... ادبی مصروفیات

وطن ... ... حیدرآباد دکن

ڈرامے سے متعلق چند باتیں

imitate

تمام ڈراموں کا بنیادی پہلو نقل کرنا (To ~~Antimate~~) ہے۔ یہ نقل متضاد کرداروں کے عمل سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ یہ طبعی بھی ہو سکتی ہے، جسمانی بھی، لیکن نیچرل ہونی چاہیئے۔ نقل کرنے کی خواہش انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ کسی ہدایت کار کی ہدایت کے مطابق اداکاروں کے گروپ کا ہر شخص اپنا اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ آخرکار تمام اشخاص کے کردار ایک نقطۂ عروج پر پہنچ کر ڈرامے کی تکمیل کرتے ہیں۔

اداکاری کے لئے اسٹیج کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں سے اداکار اپنی حرکت وعمل کے ذریعہ ڈرامہ کا آغاز کرتا ہے۔ اور اسٹیج کے سامنے والے ہال سے ناظرین اسٹیج کے ہر عمل کو بغور دیکھتے ہیں۔ یہ حرکت و عمل کا سلسلہ پہلے سے ہی مرتب کردہ ہوتا ہے۔

حسبِ ضرورت ڈرامے میں کمی بیشی ہوتی گئی۔ ایک وسیع بلڈنگ بنائی گئی۔ اس بلڈنگ کا نام تھیٹر رکھا گیا۔ ناظرین تھیٹر پہنچ کر ڈرامہ دیکھنے لگے۔ پھر اسٹیج کو ترقی دی گئی، یعنی ایک کی بجائے، گھومنے والے دو تین اسٹیج رکھے گئے۔ اس طرح تبدیلیِ منظر کے لئے آسانی پیدا ہو گئی۔ پھر سینما کا

وجود عمل میں آیا، تو سینما کی ضرورت کے لیحاظ سے، جو ڈراما لکھا گیا، اُس کا نام SCREEN PLAY رکھا گیا۔ اور اسکرین پر تصویریں آنے لگیں۔ ریڈیو ایجاد ہوا تو ریڈیو میں SPEAKER اسکرین کی بجائے کام کرنے لگا۔ اور اس کی ضرورت کے لیحاظ سے جو ڈراما لکھا گیا، اس کو RADIO - PLAY کہا گیا۔ پھر ٹیلیویژن ایجاد ہوا۔ اور ٹیلی ویژن کے چھوٹے اسکرین پر تصویریں آنے لگیں۔ اس کی ضرورت کے لیحاظ سے جو ڈراما لکھا گیا اس کو TELE PLAY کا نام دیا گیا۔ غرض ان تمام PLAYS کا شمار ڈراما میں ہی ہوتا ہے۔ اور ناظرین ساری دنیا میں پھیل گئے۔

لہٰذا کتاب ہٰذا کے سات ڈراموں میں بھی، ان تمام اقسام کے ڈرامے موجود ہیں۔ جن کا اندازہ ناظرین کو پڑھنے کے بعد ہی ہوگا۔ یہاں اس امر کا اظہار بے جا نہ ہوگا کہ ڈراما دیکھنے کی چیز ہے، پڑھنے کی نہیں۔ لہٰذا ناظرین ڈراما اس طرح پڑھیں کہ گویا دیکھ رہے ہیں۔

نیز ڈراما آرائش و زیبائش، مناظر، رقص، موسیقی، نغمہ اور نظم کا حسین امتزاج ہوتا ہے۔

ابتداء میں اُردو ڈرامے نظم میں لکھے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ جب یہ محسوس کیا جانے لگا کہ ڈرامے کو صرف نظمیہ انداز میں لکھنا، فطرت کے خلاف ہے۔ جس سے واقعاتی تاثر مجروح ہوتا ہے تو پھر فطری انداز میں ڈراما لکھا جانے لگا، یعنی اداکار اپنے چہرے کے اُتار چڑھاؤ اور ہاتھ پیر کے حرکات سکنات سے مکالمے اس طرح ادا کرتے تھے کہ حقیقت کا گمان ہوتا تھا۔

لیکن (FICTION) فکشن ایک علاحدہ چیز ہے۔ فکشن میں ناول، قصہ، کہانی اور رومانس آسکتا ہے۔ لیکن ٹھیٹ نثری انداز میں۔ لہٰذا کسی نثری قصے کو فکشن کہہ سکتے ہیں۔ لیکن ڈرامے کو نہیں۔ ڈراما، نثر کے علاوہ مناظر، رقص، موسیقی اور نظم کا حسین امتزاج ہے جس کا فکشن میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

میرے ڈراموں کے مجموعے "چمن چمن کے پھول" کو غالب کلچرل ایسوسی ایشن بنگلور نے، سنہ ۱۹۸۸ء میں افسانہ کہہ کر سرٹیفکٹ دیا ہے۔ اور اُردو اکیڈیمی آندھرا پردیش حیدر آباد نے سنہ ۱۹۸۸ء میں Fiction کے عنوان سے ایوارڈ سے نوازا ہے۔ اس طرح صنفِ ڈراما سے بے انصافی ہوئی ہے۔

اصنافِ ادب میں ڈراما ایک علاحدہ اور مشکل صنف ہے۔ اسی لئے اردو ادب میں ڈرامے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ اتنے کم کہ ڈرامہ نگاروں کو انگلیوں پر گِنا جا سکتا ہے۔

اُمید کہ کتابِ ہٰذا سے ایسی بے انصافی نہیں ہوگی۔

رحمان ساجد

بادل چھٹ گئے

(سعیدہ اپنے گھر میں تخت پہ بیٹھی اپنی نومولود بچی کو جھولا جھلا رہی ہے۔ کہ شاہین داخل ہوتی ہے)

شاہین ـــ سعیدہ اسلام علیکم۔ (سعیدہ کے بازو تخت پہ بیٹھ جاتی ہے)

سعیدہ ـــ وعلیکم السلام۔ بہت دنوں کے بعد آئیں۔ کیا مصروف تھیں!

شاہین ـــ مصروف ہی تھی۔ آج جاؤں گی کل جاؤں گی سوچتی ہی رہی۔ اور نکلنا آج ہوا۔ ذرا بچی کو تو دیکھوں (اُٹھ کر جھولے میں سو رہی بچی کو دیکھتی ہے) ماشاء اللہ کیا خوبصورت بچی ہے!

سعیدہ ـــ کیا خوبصورت ہے ایسی ہی ہے!

شاہین ـــ کیوں ایسی ہے! بے حد خوبصورت ہے (ہاتھ لگاکر) یہ ریشم جیسے بال، یہ بڑی بڑی آنکھیں۔ یہ ستواں ناک۔ یہ پنکھڑیوں سے ہونٹ اور یہ سُرخ و سفید رنگ۔ ماشاء اللہ نظر لگ رہی ہے۔

سعیدہ ـــ لیکن بدقسمت ہے شاہین۔

شاہین ـــ بدقسمت کیوں؟

سعیدہ ـــ آج دنیا میں آئے ہوئے اس کو دس دن ہوئے ہیں۔ نہ باپ دیکھنے کو آیا نہ دادی۔

شاہین ــــ کتنے ظالم ہیں باپ اور دادی! آخر وجہ کیا ہے؟
سعیدہ ــــ وجہ یہ کہ وہ لڑکا چاہتے تھے۔ شروع ہی سے انہیں لڑکیوں سے چڑ ہے۔ جب میری پہلی ڈلیوری ہوئی تھی تو انہیں لڑکے کی اُمید تھی لیکن لڑکی پیدا ہوئی۔ بادل ناخواستہ قبول کرلی گئی اور دوسری ڈلیوری کے موقع پر بھی ان کی اُمید کے خلاف لڑکی ہی ہوئی۔ سخت برہم ہوئے تھے۔ تیسری ڈلیوری کے موقع پر انہیں قوی اُمید تھی کہ اس بار لڑکا ضرور ہوگا لیکن اس بار بھی لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ اب تو ان کی ناراضگی نقطۂ عروج پر پہنچ گئی انہوں نے پلٹ کر نہ میری صورت دیکھی نہ بچی کی۔ میرا چھوٹا بھائی بار بار جا کر آرہا ہے۔ میں دن میں دو تین بار فون کرتی ہوں لیکن جواب ہی نہیں ملتا۔
شاہین ــــ کیوں کر رہے ہیں وہ ایسا؟
سعیدہ ــــ خدا معلوم کیا ہے! شائد مجھے چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔
شاہین ــــ بس اتنی سی بات پر!
سعیدہ ــــ جاہل لوگوں کے پاس ہر چیز آسان ہے۔
شاہین ــــ تمھارے لوگ خاموش رہ گئے۔
سعیدہ ــــ ہمارا ہے ہی کون! ابّا تو عرصہ ہوا چل بسے۔ صرف امّی اور چھوٹا بھائی ہے۔ یہ لوگ ان کی جہالت سے ڈرتے ہیں۔
شاہین ــــ جب جہالت اور لڑائی میں مشہور تھے تو ایسے گھر میں دیا ہی کیوں تم کو؟

سعیدہ ــــ صاحب جائیداد لوگ ہیں۔ کافی پیسہ ہے ان کے یہاں۔ اس لئے دیئے کہ بچی کھا پی کر خوش رہے گی۔

شاہین ــــ یہی تو ماں باپ کی غلطی ہے۔ ان کا رہن سہن طور طریق دیکھنا چاہیئے تھا۔ لوگ تعلیم یافتہ ہیں یا نہیں۔ اگر پیسے والے ہیں تو کمائی حلال ہے یا ناجائز۔ مذہب سے وابستگی ہے یا نہیں۔ غرض تمام اُمور پر غور کرنا چاہیئے تھا

سعیدہ ــــ (مسکرا کر) ایسا کون غور کرتا ہے شاہین! یہی دیکھتے ہیں کہ پیسے والے ہیں تو خیر حسیناؤں کو ظالموں کے حوالے کر دیتے ہیں۔

شاہین ــــ تم تو پڑھی لکھی تھیں! کیوں خاموش ہو گئیں؟

سعیدہ ــــ کیا بتلاؤں! میری بے جا شرم و حیا نے مجھے خاک میں ملا دیا۔

شاہین ــــ تو اب بھگتو عمر بھر مصیبت۔

سعیدہ ــــ بھگت ہی رہی ہوں۔

شاہین ــــ اگر تم بُرا نہ مانو تو ایک بات کہوں!

سعیدہ ــــ کہو۔

شاہین ــــ جس لڑکی کی پیدائش پر تمہارے شوہر اور ساس ناراض ہیں اس کو میرے حوالے کر دو۔

سعیدہ ــــ تم گود لو گی؟

شاہین ــــ بڑے شوق سے ــــ اپنی بچی کی طرح پالوں گی۔

سعیدہ ــــ تم کو تو بچی ہے۔ پھر کیوں لے رہی ہو؟

شاہین ــــ میری بچی اتنی خوبصورت کہاں ہے۔ پھر میں تمھارے شوہر اور

ساس کو سبق سکھانا چاہتی ہوں۔
سعیدہ۔ (سوچ کر) پلان تو اچھا ہے۔
شاہین۔ بہترین ہے اگر تم مانو تو۔!
سعیدہ۔ پھر بھی مجھے شوہر اور ساس سے پوچھنا ہوگا۔
شاہین۔ پوچھ لو۔ وہ تو خوش ہونگے کہ بوجھ ہلکا ہوگیا۔
سعیدہ۔ اچھا کل ملو مجھ سے۔
شاہین۔ تو کیا ارادہ ہوگیا؟
سعیدہ۔ بالکل۔
شاہین۔ تو میں کل تین بجے آرہی ہوں۔ بچی کو لے کر چلی جاؤں گی۔
سعیدہ۔ (بادلِ ناخواستہ) اچھا۔
شاہین۔ امیّ کہاں ہیں نظر نہیں آئیں۔
سعیدہ۔ پنشن لینے گئی ہیں۔
شاہین۔ تو چل رہی ہوں۔ خدا حافظ۔
سعیدہ۔ خدا حافظ۔

(اٹھ کر چلی جاتی ہے۔ کار اسٹارٹ کرنے کی آواز آتی ہے۔)

سعیدہ۔ (اپنے آپ سے) بچی کی پیدائش ہی ہمارے گھر میں نحوست بن کر آئی۔ شوہر ناراض، ساس ناراض۔ مجھے گھر سے جدا ہونا پڑا۔ ان لوگوں کی خفگی ایسی ہوئی کہ میری صورت دیکھنا بھی انہیں گوارا نہیں پاگل لوگ سمجھتے ہیں کہ سارا قصور میرا ہی ہے۔ جاہل لوگوں کو کون سمجھائے

کہ قدرت کے معاملے میں، میں کیا کر سکتی ہوں۔ شوہر تو پڑھ لکھ کر بھی نرا گدھا ہی نکلا۔ کسی نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ بچی کی چھٹی ہوئی نہ نام رکھا گیا۔ میری جان ایک عذاب میں مبتلاء ہو گئی۔ سارے میٹرنٹی ہوم کے اخراجات بھی مجھ ہی پر پڑے۔ اچھا ہوا کہ میں ٹیچر ہوں ورنہ کیا انجام ہوتا کہہ نہیں سکتی۔ ان کو سبق دینے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ بچی کو شاہین کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن حوالے کرنے سے بیشتر کم از کم پوچھ تو لینا چاہیئے۔

دوسرے روز فون ملاتی ہے (ریسیور کان کو لگا کر)۔ ھلو! میں سعیدہ بول رہی ہوں

صفدر۔ "میں صفدر ہوں۔ تم اور بچی خیریت سے ہیں؟"

سعیدہ۔ خدا کا شکر ہے کہ خیریت تو پوچھ رہے۔ اپنی بچی بیحد خوبصورت ہوئی ہے۔ آکر ایک نظر دیکھ تو جائیے۔

صفدر۔ کیا کروں دیکھ کر! ایک نئی ڈگری آگئی گھر پہ۔ پڑھاؤ، لکھاؤ پھر لاکھ ڈیڑھ لاکھ خرچ کرکے شادی کرو۔

سعیدہ۔ آپ کا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوگا۔ آخر ایک نظر تو دیکھئے۔

صفدر۔ میرا ایک پیسہ خرچ نہیں ہوگا تو پھر کون خرچ کرے گا۔!

سعیدہ۔ میں سوچ سمجھ کر اپنی بچی کو شاہین کے گود میں ڈال رہی ہوں۔ اس کو بچی بہت پسند آئی۔ وہ جی جان سے رکھے گی۔ تعلیم و تربیت دلائے گی۔ اور اعلیٰ پیمانہ پر شادی کرے۔

صفدر۔ تم کون ہوتی ہو میری بچی کو دینے والی!

سعیدہ۔ میں بچی کی ماں ہوں اور اِس وقت مختارِ کل بھی۔ ٹھیک تین

بجے شاہین آنے والی ہے۔ میں اس کے حوالے کر کے سکون کا سانس لوں گی۔

صفدر۔ ایسا مت کرو۔ میں ابھی آ رہا ہوں۔ میرے آنے کے بعد جو بھی فیصلہ کریں گے مِل کر لیں گے۔

سعیدہ۔ فوری آجاؤ۔ وہ ٹھیک تین بجے آنے والی ہے۔ میں اس کو زبان دے چکی ہوں۔

صفدر۔ ابھی نکل رہا ہوں۔

سعیدہ۔ اچھا خدا حافظ۔

صفدر۔ خدا حافظ۔ (ریسیور رکھ دیتا ہے)

سعیدہ۔ (اپنے آپ سے) اب بارہ بجے ہیں۔ صفدر اگر تین بجے تک بھی آگئے تو اچھا ہے۔ اگر صفدر نے ذرا بھی نرمی سے کام لیا تو میں بچی کو نہیں دوں گی۔ اسکوٹر پر نامپلی سے کاچیگوڑہ دس منٹ کا راستہ ہے۔ چلو میں پیالیاں وغیرہ دھو لوں۔ (اچانک بچی کے جھولے میں رونے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔) لپک کر بچی کو دیکھتی ہے "پیشاب کر لی ہے"۔ بچی کو اُٹھا کر اس کے کپڑے تبدیل کرتی ہے۔ بچی کو تخت پر لٹا کر ربر اُٹھا کر پیشاب جھٹکتی ہے۔ بستر تبدیل کرتی ہے۔ بچی کو اُٹھا کر دودھ پلاتی ہے۔ جھولے میں سُلا دیتی ہے۔ جھولا ہلاتی ہے۔ "بچی سو گئی۔ پھر پلٹ کر پیشاب میں بھیگے کپڑے اور پیالیوں کی باسکٹ باتھ روم میں لے جا کر دھوتی ہے۔ دھونے کے بعد تمام پیالیاں وغیرہ سوکھنے کے لئے تار پر پھیلا دیتی ہے اور پلٹ کر وال کلاک پر نظر ڈالتی ہے۔ "ساڑھے بارہ ہو گئے"۔ خدا کرے کہ

صفدر آجائے۔ اس کا محبت کا ایک جملہ بھی میرے پروگرام کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اماں ابھی پنشن آفس سے لوٹی نہیں۔ چھوٹا بھائی بھی کہاں مر گیا نہیں معلوم۔ مجھے اب بھوک بھی نہیں ہے۔ بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ جاتی ہے اور سو جاتی ہے ـــــ وال کلاک ایک بجاتا ہے۔ ڈیڑھ بجاتا ہے ـــ دو بجاتا ہے۔ نیند سے اُٹھ بیٹھتی ہے۔ وال کلاک پر نظر ڈال کر "دو بج گئے، بھوک بھی لگ رہی ہے۔ اُٹھ کر بچی کو دیکھتی ہے "سو رہی ہے۔" پلٹ کر باتھ روم میں جاتی ہے۔ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلتی ہے اور کرسی پر پڑا تولیہ اُٹھا کر منہ پونچھتی ہے۔ "ابھی تک نہ ماں آئی نہ بھائی آیا۔ پہلے میں لنچ تو کر لوں" کچن روم میں چلی جاتی ہے۔ روٹی کھا کر باہر نکلتی ہے۔ باتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھوتی ہے باہر نکل کر دوسرے تولیے سے منہ ہاتھ پونچھتی ہے۔ وال کلاک ایک گھنٹہ بجاتا ہے۔ پلٹ کر وال کلاک پر نظر ڈالتی ہے۔ "ڈھائی بج گئے" اب شاہین کو آنے کے لئے آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے۔ صفدر ابھی نہیں آئے۔ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ لیکن اب تو آجانا چاہیئے اس کو کیا بچی کے لئے ذرا بھی تڑپ نہیں ہے اس کے دل میں! شاید کوئی دم میں آجائے۔" اُٹھ کر بے چینی میں ٹہلنے لگتی ہے۔ اگر عورت کو خراب شوہر ملے تو اس کی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ وہ کیا شعر تھا کسی شاعر کا ـــ ہاں یاد آیا۔ ؎

جی رہی ہوں موت کی آغوش میں ؎ انتظارِ یار تیرا شکریہ

بس یہی کیفیت ہے میری۔ بچی جھولے میں کل مُل کرتی ہے۔ سعیدہ بچی کی طرف لپکتی ہے۔ "اُٹھ گئی میری گڑیا" اُس کو اُٹھاتی ہے۔ "پیشاب کی ہے" بچی رونے لگتی ہے۔ "شاید بھوک لگ رہی ہے" بچی کو تخت پر ڈال کر کپڑے بدلتی ہے۔ ربر اُٹھا کر جھٹکتی ہے۔ بستر تبدیل کرتی ہے۔ پھر بچی کو لے کر دودھ پلاتی ہے۔ دودھ پلا کر جھولے میں ڈالتی ہے۔ "جاگ رہی ہے" دھویا ہوا تولیہ گرم پانی میں نچوڑتی ہے اور بچی کے برہنہ جسم پر پھیرتی ہے۔ پاؤڈر لگاتی ہے اور اُنگلی سے گال پر سا جل کا ٹیکہ لگاتی ہے پھر جھولے میں ڈال دیتی ہے۔ بچی سو جاتی ہے۔ اُٹھ کر تار پر پڑی ہوئی ساری پھالیاں اکٹھا کر کے باسکٹ میں ڈال دیتی ہے۔ بچی کے کپڑے تولیہ وغیرہ سب دوسرے باسکٹ میں ڈال دیتی ہے۔

"زرر" سے کار گھر پہ رکتی ہے۔ شاہین مُسکراتی ہوئی گھر میں داخل ہوتی ہے۔ اس کی ملازمہ حمیدن بھی اس کے ساتھ ہے۔

شاہین ــ السّلام علیکم (تخت پہ بیٹھ جاتی ہے)

سعیدہ ــ (وعلیکم السّلام)

شاہین ــ صورت سوکھ گئی ہے کہیں دل چھوٹا تو نہیں کر لی ہو!

سعیدہ ــ نہیں تو۔

شاہین ــ کیا صاف ستھری بچی ہے۔

سعیدہ ــ نہلا دھلا کر ابھی کپڑے پہنائی ہوں۔

شاہین ــ اتنی خوبصورت بچی کے چہرے پر پاؤڈر لگانے کی کیا ضرورت تھی۔!

سعیدہ ــ (مسکرا کر) ایسے ہی لگا دی۔

شاہین ــ (جھولے میں سے گود میں اُٹھا لیتی ہے۔) لیجاؤں بچی کو!

سعیدہ ــ لے جاؤ۔

شاہین ــ ارے میری گود میں آتے ہی گڑیا رونے لگی۔ میری رانی کو دودھ ملیدہ کھلاوں گی۔ شال دوشالے اُڑھاؤں گی۔ اعلیٰ تعلیم دلاؤں گی۔ ڈاکٹر بناؤں گی۔ (بیٹھ تھپکتی ہے بچی خاموش ہو جاتی ہے۔ (پلٹتی ہے)۔ سعیدہ ارے! تم تو رو رہی ہو ــــ تم جب چاہو میرے گھر آسکتی ہو۔ بچی سے کھیل سکتی ہو۔ اس کو اُٹھا کر گھر لے جا سکتی ہو۔ میں تمھاری مرضی کے خلاف نہیں لے جاؤں گی اس کو۔

سعیدہ ــ (تولیہ سے آنسو پونچھ کر) لے جاؤ! ایسی لاوارث بچی کو تمھاری گود میں چلے جانا ہی چاہیئے۔

شاہین ــ تمھارے ظالم شوہر کے دل کو ٹھیس پہنچانے کا یہی ایک موقع ہے۔

سعیدہ ــ اس باسکٹ میں اس کے کپڑے ہیں۔ دودھ کی شیشیاں ہیں۔ یہ ٹانک کی شیشی ہے۔ صبح شام ایک چمچہ پلایا کرو۔ اور اس باسکٹ میں چھالیاں وغیرہ ہیں۔ جلد لے جاؤ۔ میرے دل میں غم

کا طوفان اُٹھ رہا ہے۔ ہچکیاں لے کر رونے لگتی۔
شاہین — حمیدن یہ دونوں باسکٹ اُٹھالے اور چل —
خدا حافظ" شاہین بچی کو گود میں لیئے فوری باہر نکل
جاتی ہے۔ موٹر کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آتی ہے۔ سارے
ماحول پر اُداسی چھا جاتی ہے۔
سعیدہ — "ہائے کیا ظالم ماں ہوں میں بھی۔ اپنی لختِ جگر
کو دوسروں کے حوالے کر دی۔" کچھ دیر بعد روتا تھم
ہے۔ "اے اللہ ایسی شادی سے تو بہتر تھا کہ میں
کنواری رہتی۔" گھر پہ اسکوٹر کے رُکنے کی آواز آتی
ہے۔ صفدر اُتر کر اندر داخل ہوتا ہے۔
صفدر — سعیدہ کیوں رو رہی ہو۔
سعیدہ — اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔
صفدر — روتی رہو۔ بچی کہاں ہے۔
سعیدہ — میں نے شاہین کے حوالے کر دی۔
صفدر — کب؟ کیوں —؟
سعیدہ — ابھی ابھی۔
صفدر — گویا بچی کو جا کر صرف دس منٹ ہی ہوئے ہیں۔
سعیدہ — دس منٹ میں بچی پہنچ گئی دوسرے گھر کو۔
صفدر — میں نے تو فون کیا تھا کہ نکل رہا ہوں اور میرے پہنچنے

سے پیشتر تم نے بچی کو دوسروں کے حوالے کر دیا۔

سعیدہ۔ میں نے بارہ بجے فون کیا تھا۔ تم نے جواب دیا تھا کہ ابھی نکل رہا ہوں۔ اور تین گھنٹے گزر گئے تم نہیں آئے۔ میں سمجھ بیٹھی کہ تم اب نہیں آؤ گے۔ اور شاہین وقت پر آ پہنچی۔ مجھے وعدہ کے مطابق بچی کو اس کے حوالے کرنا پڑا۔

صفدر۔ میں پہنچ ہی جاتا تھا لیکن راستے میں اسکوٹر خراب ہو گئی اس کو بنا کر یہاں پہنچنے میں یہ وقت ہو گیا۔

سعیدہ۔ خیر کیا کرتے۔ جانے دیجئے۔ تم کو بچی کی ولادت پسند نہیں تھی نا! اس لئے چلی گئی۔

صفدر۔ تو کیا اب جا کر نہیں لا سکتے۔

سعیدہ۔ اب کیوں تڑپ رہے ہو! خوش ہو جاؤ کہ تمھارے گھر پہ آنے والی ڈگری دوسرے گھر پہ چلی گئی۔

صفدر۔ پاگل۔ میرے غصّہ میں کہی ہوئی باتوں کو تم نے سچ سمجھ لیا۔

سعیدہ۔ دس روز تک تم نے پلٹ کر نہیں دیکھا تو کیا یہ بھی مصنوعی غصہ تھا!

صفدر۔ میرے غصّہ کا یہ تو مطلب نہیں تھا کہ تم بچی کو دوسروں کے حوالے کر دو۔

سعیدہ۔ میں نے تو یہی مطلب سمجھا۔

صفدر۔ تم نے میرے دل میں آگ لگادی۔ یا اللہ اس کو بجھاؤں کیسے؟

سعیدہ۔ اس آگ کو تم ہی بجھا سکتے ہو۔

صفدر۔ آخر کیسے؟

سعیدہ۔ فوراً جاؤ شاہین کے پاس اور دوستانہ انداز میں بات چیت کرکے بچی کو لے آؤ۔

صفدر۔ تم ساتھ نہیں چلو گی؟

سعیدہ۔ میں کیا صورت لے کر چلوں! میں نے ہی تو شاہین سے خوشامد کرکے بچی کو اس کے حوالے کیا ہے۔

صفدر۔ خیر میں ہی چلا جاتا ہوں۔ (اٹھ کر باہر چلا جاتا ہے۔ اسکوٹر اسٹارٹ ہونے کی آواز آتی ہے۔ دس منٹ بعد شاہین کے گھر پہ پہنچ جاتا ہے۔ اسکوٹر سے اتر کر اس کو اسٹانڈ کرتا ہے اور شاہین کے گھر پہ رنگ بجاتا ہے۔ حمیدن برآمد ہوتی ہے۔

صفدر۔ شاہین ہیں۔

حمیدن۔ سو رہی ہیں۔ آپ ڈرائنگ میں تشریف رکھیئے۔ آدھے گھنٹے میں اٹھ جائیں گی۔

صفدر۔ کیا ابھی اٹھ نہیں سکتیں۔

حمیدن۔ ابھی ابھی سوئی ہیں۔ کیسے اٹھاؤں! آیئے آیئے۔

(صفدر ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ایک صوفہ سیٹ پر بیٹھ

جاتا ہے۔ سامنے ٹیبل پر تازہ اخبار اور چند رسائل پڑے ہیں۔ ILLUSTRTED WEEKLY اُٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔ ورق گردانی کر کے WEEKLY ٹیبل پر پھینک دیتا ہے۔ انگلی سے ٹیبل بجاتا ہے۔ حمیدن مسکراتی ہوئی آتی ہے۔

حمیدن۔ فرمائیے۔

صفدر۔ پانی پلاؤ۔

(حمیدن واپس جا کر پانی کا جگ اور گلاس لا کر ٹیبل پر رکھ دیتی ہے اور واپس چلی جاتی ہے۔ صفدر گلاس میں پانی ڈال کر آہستہ آہستہ پیتا ہے۔ اور خالی گلاس ٹیبل پر رکھ دیتا ہے۔ پھر انگلی سے ٹیبل بجاتا ہے۔ حمیدن واپس آتی ہے)

صفدر۔ گلاس اور جگ لے جاؤ۔

حمیدن۔ (گلاس اور جگ اُٹھا کر) صاب چائے لے آؤں۔

صفدر۔ لاؤ۔

(حمیدن واپس چلی جاتی ہے۔ اپنے آپ سے) سعیدہ نے کہا تھا کہ بچی خوبصورت ہوئی ہے۔ افسوس کہ میں نے ماں اور بچی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ جس کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑ رہا ہے جی چاہ رہا ہے کہ جلد از جلد بچی کو دیکھوں۔ میری گڑیا سو رہی ہو گی۔

حمیدن ۔ (ٹرے ٹیبل پر رکھ کر) صاب چائے حاضر ہے۔
صفدر ۔ وہ شاہین دی گریٹ" ابھی آ رہی ہوگی۔
حمیدن ۔ آپ چائے پیجئے۔ کچھ ہی دیر میں آجائے گی۔
صفدر ۔ (کپ اُٹھا کر ایک چسکی لے کر) کیا سو رہی ہیں؟
حمیدن ۔ دس منٹ میں اُٹھ جائیں گی
صفدر ۔ خیر سونے دو۔ دو تین گھنٹے سونے دو (چائے پی کر کپ ٹیبل پر رکھ دیتا ہے۔ ILLUSTRTED WEEKLY اُٹھا کر دیکھنے لگتا ہے۔ حمیدن ٹرے اُٹھا کر چلی جاتی ہے۔ حمیدن کے جانے کے بعد WEEKLY ٹیبل پر پھینک دیتا ہے۔ اور بے چین ہو کر دبے پاؤں گھر میں داخل ہوتا ہے۔ سامنے کے روم میں شاہین پلنگ پر محوِ خواب نظر آتی ہے۔ پلنگ کے بازو ہی ایک جھولا نظر آتا ہے۔ "وہ غالباً اس جھولے میں میری بچی ہوگی۔" اور دبے پاؤں قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے ـــــ لیکن جب شاہین کے قریب پہنچتا ہے تو اس کا ہاتھ ٹیبل پر رکھی گلاس سے ٹکراتا ہے اور گلاس نیچے گر کر ٹوٹ جاتا ہے اور صفدر دبے پاؤں لوٹ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاتا ہے۔)
شاہین ۔ (نیند سے بیدار ہو کر) کہیں چور تو نہیں آیا۔
حمیدن ۔ بلّی تھی بیگم صاب۔
شاہین ۔ دو پاؤں کی یا چار پاؤں کی۔

حمیدن ــ دو پاؤں کی نہیں نہیں چار پاؤں کی۔
شاہین ــ (مسکرا کر) میرے لئے چائے لے آؤ۔
(واش بیسن پر پہنچ کر منہ ہاتھ دھوتی ہے۔ تولیہ سے منہ پونچھتی ہے اور کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔ پاس پڑا اخبار دیکھنے لگتی ہے کہ حمیدن ٹرے میں چائے لے آتی ہے)
حمیدن ــ بیگم صاب
شاہین ــ ہوں۔ چائے لئے کھڑی ہو۔ لاؤ۔ (ہاتھ بڑھا کر چائے کا کپ اٹھا کر چائے پینے لگتی ہے۔ چائے ختم کر کے کپ حمیدن کے حوالے کرتی ہے اور اٹھ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی ہے۔) صفدر بھائی اسلام علیکم۔
صفدر ــ (سٹپٹا کر) وعلیکم السلام۔
شاہین ــ کہیے کیسے آنا ہوا۔
صفدر ــ جی ــ وہ ــ بچی کے لئے۔
شاہین ــ کس کی بچی کے لئے۔
صفدر ــ میری اپنی بچی کے لئے۔
شاہین ــ کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔
صفدر ــ دیکھنا چاہتا ہوں۔
شاہین ــ آئیے (آگے آگے شاہین اور پیچھے پیچھے صفدر چلا جاتا ہے۔ روم میں پہنچ کر جھولے پر سے مچھر دان ہٹاتی ہے۔ دیکھئے سو رہی ہے)

صفدر ۔ واقعی میری تمام بچیوں میں خوبصورت ہے ۔ کیا میں اُٹھا سکتا ہوں ۔

شاہین ۔ نہیں جاگ جائے گی ۔

صفدر ۔ میں ۔ ۔ ۔ ۔ میں گھر لے جا سکتا ہوں ؟

شاہین ۔ نہیں ۔ میں نے گود لے لیا ہے اس کو ۔

صفدر ۔ میں نے تو آپ کے سپرد نہیں کیا ہے ۔ بحیثیت باپ مجھے لے جانے کا حق ہے

شاہین ۔ آپ زیادہ باتیں مت کیجئے ۔ واقعی کوئی یکسوئی چاہتے ہیں تو سعیدہ کو بلا کر لائیے ۔

صفدر ۔ اچھی بات ہے ۔

(فوراً وہاں سے نکل کر اسکوٹر پر سعیدہ کے پاس روانہ ہو جاتا ہے ۔ سعیدہ کے گھر پر رک کر اندر داخل ہوتا ہے " سعیدہ "

سعیدہ ۔ کیا ہوا ؟

صفدر ۔ شاہین نے تو مجھے بات کرنے کا موقع نہیں دیا ۔ یہ کہا کہ کوئی یکسوئی چاہتے ہیں تو سعیدہ کو بلا کر لائیے ۔ چلو میرے ساتھ ۔

سعیدہ ۔ کیا صورت لے کر چلوں ۔ میں نے تو عاجزی کر کے بچی کو اس کے حوالے کیا ہے ۔

صفدر ۔ تو کیا بچی کو اس کے ہی حوالے کر دینا چاہتی ہو ؟

سعیدہ۔ بالکل!
صفدر ۔ کیا باپ اور دادی مر گئے تھے۔
سعیدہ۔ کیوں اُلٹی باتیں کر رہے ہو! مر ہی تو گئے تھے دس دن کے لئے۔
آج تم زندہ ہو کر آئے ہو۔ اور دادی کب زندہ ہو گی خدا معلوم۔
صفدر۔ ساری ڈیر! واقعی مجھ سے بھول ہو گئی۔
سعیدہ ۔ ساری کہنے سے کیا میرے دل کے زخم دھل سکتے ہیں۔
صفدر ۔ پھر کیا کرنا چاہتی ہو۔
سعیدہ ۔ وہ ظالم ساس کیوں نہیں آئی؟
صفدر ۔ اماں ماموں جان کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔ اب کیا ارادہ ہے تمھارا۔
میرے ساتھ چلتی ہو یا نہیں۔
سعیدہ ۔ (مسکرا کر) ساتھ تو چلنا ہی پڑے گا۔
صفدر ۔ تو پھر اُٹھو نا۔
سعیدہ ۔ گھر میں کوئی نہیں ہے۔ کسی کو آجانے دو۔ پھر میں تمھارے ساتھ
چلوں گی۔
صفدر ۔ اختر کہاں گیا۔ اماں کدھر گئی ہیں۔
سعیدہ ۔ میرا بھائی کرکٹ کھیلنے گیا ہے۔ اماں پنشن آفس گئی ہیں۔ آرہی ہو نگی۔
صفدر ۔ کتنی دیر میں آئے گی؟
سعیدہ ۔ بہت دیر ہوئی گئے ہوئے۔ دس پندرہ منٹ میں آجائے گی۔
صفدر ۔ خیر۔۔۔ بے چینی میں ٹہلنے لگتا ہے۔ (اپنے آپ سے) یا اللہ کسی

مرد کو عورت کے چنگل میں نہ پھنسائے۔

سعیدہ ۔ چائے پیئو گے۔

صفدر ۔ پی کر آیا ہوں۔

سعیدہ ۔ کہاں ؟

صفدر ۔ اس چڑیل شاہین کے یہاں۔

سعیدہ ۔ تھوڑی سی میرے پاس بھی پیو ۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں۔

صفدر ۔ ضرورت نہیں ۔ میں پی کر آیا ہوں۔

سعیدہ ۔ اب تو میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے بھی پینے کی خواہش نہیں رہی تم کو ۔ وہ کون تھے جو کہا کرتے تھے کہ سعیدہ تمھارے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے بڑی لذیذ ہوتی ہے ۔ طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔

صفدر ۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نے چائے پی لی ہے ۔ مجھے اب چائے کی خواہش نہیں ہے ۔ پھر بھی اصرار کر رہی ہے ۔ عجیب پاگل عورت ہے۔

(سعیدہ کی ماں فریدہ برقعہ پہنے گھر میں داخل ہوتی ہے اُٹھ کر)

اماں جانی سلام علیکم۔

فریدہ ۔ جیتے رہو (برقعہ اُتار کر کھونٹی کو لگا دیتی ہے) بہت دنوں کے بعد مبارک صورت نظر آئی ۔ کیا بچی اور بیوی یاد نہیں آئے۔

صفدر ۔ یاد تو بے حد آئے لیکن میں نہ آ سکا۔

فریدہ ۔ کیا پیروں میں زنجیریں پڑ گئیں تھیں۔

صفدر ۔ ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔

فریدہ ۔ خیر بیٹا ۔ مرد صدیوں سے عورت پر ظلم کرتا آیا ہے ۔ کوئی
نئی بات نہیں ہے ۔
(سعیدہ کمرے میں جا کر کپڑے تبدیل کرتی ہے ۔ گرم سوئٹر
پہنتی ہے ۔ گردن پر مفلر لپیٹتی ہے اور باہر نکلتی ہے ۔) چلیئے ۔
صفدر ۔ چلو ۔ (دونوں باہر نکلتے ہیں ۔ اسکوٹر پر شاہین کے گھر
پہنچتے ہیں ۔ اور ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاتے ہیں ۔ ان کو دیکھ کر
شاہین ڈرائنگ روم کا رخ کرتی ہے ۔
شاہین ۔ السّلام علیکم ۔
سعیدہ ۔ } وعلیکم السّلام
صفدر ۔ }
شاہین ۔ صفدر بھائی میرے پاس آئے تھے ۔ یہ بچی کو طلب کر رہے تھے ۔
تم ہی بتاؤ انہیں کیا حق ہے مجھ سے بچی کو طلب کرنے کا ۔
سعیدہ ۔ کوئی حق نہیں ہے ۔
شاہین ۔ (صفدر سے) سُن لیا آپ نے ۔
صفدر ۔ مجھے کیوں حق نہیں ہے ۔ کیا میں بچی کا باپ نہیں ہوں ۔
شاہین ۔ (سعیدہ سے) تمہیں سمجھاؤ انہیں ۔
سعیدہ ۔ باپ تو ہے مگر بڑا سنگدل باپ ۔ بڑا ظالم باپ ۔ بڑا ستمگر
باپ ۔
شاہین ۔ صفدر بھائی اگر آپ بچی کو ایسا بوجھ سمجھتے ہیں کہ جس کو آپ

اُٹھا نہیں سکتے تو پھر بچی کو یہیں رہنے دیجئے۔

صفدر۔ یہ تو میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ اس کو میں کیوں بوجھ سمجھوں گا

سعیدہ۔ پھر وہ کون تھا جس نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ کیا کروں بچی کو دیکھ کر۔ ایک نئی ڈگری آگئی گھر پہ۔ پڑھاؤ لکھاؤ پھر لاکھ ڈیڑھ لاکھ خرچ کر کے شادی کرو۔

صفدر۔ میں اُس وقت پاگل ہو گیا تھا۔ اب ہوش و حواس میں ہوں۔ افسوس سعیدہ میں نے تمھارے دل کو بہت دکھایا ہے۔

سعیدہ۔ اور تمھاری ماں نے مجھے جو تڑپایا ہے۔ اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔ کیا وہ بھی پاگل ہو گئی ہیں؟

صفدر۔ ماں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن .....

(خاموش ہو جاتا ہے۔)

شاہین۔ لیکن کیا۔ صفدر بھائی صاف صاف کہیئے۔ دل میں کچھ رکھیئے مت۔ ورنہ گھر جانے کے بعد سارا غبار سعیدہ پر اُتاریں گے آپ۔

سعیدہ۔ پھر پاگل پن کا دورہ پڑے گا ان پر۔

صفدر۔ بات دراصل یہ ہے کہ سعیدہ کو جب مسلسل تین لڑکیاں ہوئیں، مجھے اور اماں کو یہ یقین ہو گیا کہ سعیدہ میں اولادِ نرینہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ ساری اُلجھنوں کی بنیاد یہی ایک چیز ہے۔

شاہین ــ چلو اچھا کہ آپ نے دل کی بات کہہ دی۔ آپ کی ساری اُلجھنوں کو ابھی سلجھا دیتی ہوں ۔ جب تیسری بار بھی سعیدہ کو لڑکی پیدا ہوئی تو آپ یہ سمجھ بیٹھے کہ سعیدہ میں اولادِ نرینہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے ۔

صفدر ــ بالکل ــ اور یہ خیال کہ میری نسل کا خاتمہ ہو گیا۔ مجھے اور میری ماں کو شدید تکلیف پہنچایا۔

شاہین ــ اور یہ خیال آپ کو کیوں نہیں آیا کہ شائد آپ کی وجہ سے اس کو اولادِ نرینہ نہ ہو سکی ۔

صفدر ــ میں سمجھتا ہوں ایسا تو نہیں ہو سکتا ۔

شاہین ــ کیوں نہیں ہو سکتا ؟

صفدر ــ بچے پیدا کرنے کی مشین تو عورت ہے ۔ جہاں لڑکوں کی بھی تخلیق ہو سکتی ہے، اور لڑکیوں کی بھی ۔

شاہین ــ کیا اس تخلیق میں مرد کا کوئی دخل نہیں ہے ۔

صفدر ــ دخل تو ہے لیکن تھوڑا سا ۔

شاہین ــ تھوڑا سا دخل بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔

صفدر ــ میں سمجھ نہیں سکا آپ کا مطلب ۔ ذرا وضاحت کیجئے ۔

شاہین ــ یہ میڈیکل معاملہ ہے ۔ اس کو ڈاکٹر کی زبانی سمجھاؤں گی ۔ (فون ملاتی ہے ۔ ریسیور کان پر رکھ کر) ھلو ۔

ڈاکٹر ــ (فون پر) ڈاکٹر سدھا ۔ کہاں سے ۔

شاہین ۔ میں شاہین بول رہی ہوں۔ تم دواخانہ بند ہوتے ہی فوری میرے پاس چلی آؤ۔

ڈاکٹر سدھا۔ نادری حکم چلا رہی ہو۔ آخر کیوں ؟

شاہین ۔ میاں بیوی میں شدید اختلافات ہو گئے ہیں اور رشتہ ٹوٹنے کو ہے۔ تم آجاؤ تو بچ سکتا ہے۔

ڈاکٹر سدھا۔ میاں بیوی کے جھگڑے میں، میں کیا کر سکتی ہوں۔ میں تو ایک ڈاکٹر ہوں۔

شاہین ۔ ایک میڈیکل پوائنٹ پر جھگڑا ہوا ہے دونوں میں۔ اگر تم وضاحت کردو تو بات ان کی سمجھ میں آجائے گی۔ اور جھگڑا ختم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر سدھا۔ او ڈیئر! تم تو دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑا رہی ہو۔ اور مجھے بھی گھسیٹ رہی ہو۔

شاہین ۔ یہ کسی غیر کا نہیں، میری بچپن کی سہیلی کا معاملہ ہے۔ فوری چلی آؤ۔

ڈاکٹر سدھا ۔ آ رہی ہوں۔

شاہین ۔ اچھا (سعیدہ اور صفدر کی طرف دیکھ کر) اب آپ دونوں خاموش رہیئے۔ چند منٹ میں دودھ کا دودھ اور چھاچھ کی چھاچھ الگ ہو جائے گی۔ دل صاف ہو جائیں گے۔
(بہ آوازِ بلند) حمیدن!

حمیدن۔ (دوڑی آکر) جی بیگم صاب۔
شاہین۔ فروٹس لے کر آؤ۔
حمیدن۔ ابھی لے آئی (تیز تیز واپس ہوتی ہے اور پلک جھپکتے میں فروٹس کی پلیٹیں لاکر سامنے رکھ دیتی ہے۔ پھر واپس ہو جاتی ہے)
شاہین۔ شروع کیجئے۔ یہ سیب شملہ کے ہیں۔ بے حد شیریں ہیں۔
صفدر۔ (ایک ٹکڑا کتر کر) واقعی شیریں ہیں۔
شاہین۔ یہ بیدانہ انگور تو اپنے یہاں کے ہیں۔ بے حد لذیذ ہیں۔
صفدر۔ (ایک چکھ کر) واقعی لذیذ ہیں۔
شاہین۔ سعیدہ تم خاموش ہو۔ پھل کھاؤ۔ کچھ کہو۔
سعیدہ۔ کیا کہوں۔ ڈاکٹر سدھا کا انتظار کر رہی ہوں۔ (سیب لے کر کترتی ہے)۔
حمیدن۔ (واپس آکر) بیگم صاب چائے بناؤں۔
شاہین۔ ضرور بناؤ۔
(حمیدن واپس جاتی ہے ایک دو منٹ کے بعد پھر واپس آتی ہے)
شاہین۔ حمیدن پہلے یہ سب اٹھاؤ۔
(حمیدن فروٹس کے پلیٹیں وغیرہ سب اٹھا کر لے جاتی ہے۔ ایک کار کے باہر رکنے کی آواز آتی ہے۔ دوسرے لمحہ ڈاکٹر سدھا داخل ہوتی ہے۔ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔)
شاہین۔ آپ ڈاکٹر سدھا ہیں۔ اور یہ صفدر اور سعیدہ ہیں۔

سعیدہ میری بچپن کی سہیلی بی ایس سی بی ایڈ۔
ڈاکٹر سدھا۔ کیا ان ہی کے درمیان جھگڑا ہے۔
شاہین۔ جی ہاں۔
(اتنے میں حمیدن ٹرے میں چار کپ چائے لئے داخل ہوتی ہے۔ اور ٹرے سامنے بچھے ٹیبل پر رکھ دیتی ہے۔ ہر ایک ' ایک ایک اُٹھا لیتے ہیں۔ اور خاموش چائے پیتے ہیں۔ چائے پینے کے بعد یکے بعد دیگرے کپ ٹرے میں رکھ دیتے ہیں۔ حمیدن ٹرے اُٹھا کر چلی جاتی ہے)
ڈاکٹر سدھا۔ چائے تو بڑی لذیذ تھی۔ میری تکان دور ہوگئی۔
صفدر۔ ہاں لذیذ تھی۔
ڈاکٹر سدھا۔ ان دونوں کے درمیان کس پوائنٹ پر جھگڑا ہوا ہے۔
شاہین۔ جب تیسری ڈیلیوری میں بھی سعیدہ کو لڑکی پیدا ہوئی تو ان کے شوہر صاحب کو یقین ہو گیا کہ سعیدہ میں اولادِ نرینہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور سعیدہ پر سخت ناراض ہو گئے۔
ڈاکٹر سدھا۔ صفدر صاحب آپ خواہ مخواہ ناراض ہو گئے اپنی بیوی پہ جنس کے تعین کا ذمہ دار صرف مرد ہے عورت نہیں۔
صفدر۔ وہ کیسے؟
ڈاکٹر سدھا۔ وہ ایسے کہ مرد کا مادّہ تولید X اور Y ہوتا ہے اور عورت میں صرف X ہوتا ہے۔ اگر مرد کا X مادۂ تولید

عورت کے بیضہ x سے ملتا ہے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح آپ کا y مادۂ تولید آپ کی بیوی کے بیضۂ x سے ملتا رہا اور آپ کو لڑکیاں پیدا ہوتی رہیں۔

صفدر۔ ارے یہ تو بڑی حیرت کی بات ہے۔

ڈاکٹر سدھا۔ حیرت کی بات کوئی نہیں۔ آگے سُنئے۔ اگر آپ کا Y مادۂ تولید بیوی کے بیضۂ x سے ملتا تو آپ کو لڑکا پیدا ہوتا۔ چونکہ ایسا کبھی نہیں ہوا اور آپ لڑکے کی پیدائش سے محروم رہے۔

صفدر۔ میں نے اور اماں نے خواہ مخواہ ظلم ڈھایا سعیدہ پر۔

شاہین۔ ظلم کا پہاڑ رکھ دیا آپ نے اس کے سینے پر۔

ڈاکٹر سدھا۔ وہ اُردو زبان میں ایک کہاوت ہے نا۔ اُلٹا چور کوتوال ڈانٹے۔ اس کی مکمل تصویر ہیں صفدر صاحب!

سعیدہ۔ بالکل۔

صفدر۔ واقعی مجھ سے غلطی ہو گئی۔ توبہ توبہ۔ (ہاتھ سے توبہ کرتا ہے) سعیدہ مجھے معاف کردو ڈیر۔

سعیدہ۔ (مسکرا کر) میں صرف معافی کو قبول نہیں کرونگی۔

صفدر۔ پھر کیا چاہتی ہو؟

سعیدہ۔ میرا ارادہ پوچھتے ہیں۔ میرے سینے میں تو غم کا طوفان اُٹھ رہا ہے۔ جی چاہتا ہے کہ دو کپ چائے بناؤں۔ دونوں میں زہر

گھول دوں۔ ایک کپ تم کو پلا دوں۔ ایک کپ میں پی لوں۔
اس طرح ہمیشہ کے لئے سکون مل جائے گا۔

شاہین۔ صفدر بھائی اس وقت سعیدہ کا دل غم سے بھرا ہوا ہے
اس وقت آپ کوئی ایسا تحفہ دیں کہ اس کا دل باغ باغ
ہو جائے۔

صفدر۔ آپ لوگ ہی تجویز کیجئے کیا دوں ؟

شاہین۔ یہ میاں بیوی کا معاملہ ہے۔ ہم کچھ کہہ نہیں سکتے۔ آپ ہی دل
بڑا کر کے کوئی ایسی چیز دیجئے کہ اس کا غم غلط ہو جائے۔

سعیدہ۔ یہ تو درجہ اوّل کے کنجوس ہیں۔ کیا دل بڑا کریں گے۔

صفدر۔ وہ جو نامپلی میں نئی چار ملگیاں تیار ہوئی ہیں تمہارے
نام پر رجسٹری کروا دیتا ہوں۔ بس نا۔

سعیدہ۔ مجھے معلوم ہیں تمہارے دعدے۔ ایک تحریر لکھ کر شاہین کے
حوالے کیجئے۔

صفدر۔ (جیب سے قلم نکال کر) کوئی کاغذ ہے۔

شاہین۔ (پلٹ کر راٹنگ پیڈ نکال کر) یہ لیجئے کاغذ۔

صفدر۔ میں بہ ثباتِ ہوش و حواس لکھ دیتا ہوں اس بات پر کہ
میری نئی زیرِ تعمیر چار ملگیات موقوعہ نامپلی حیدر آباد کو سعیدہ
بیگم زوجہ صفدر مرزا کے نام رجسٹری قطعی بیع اندرون ایک
ہفتہ کروا دوں گا۔ —— صفدر مرزا۔

یہ دیکھ لو تحریر۔ (سعیدہ کی طرف آگے بڑھاتا ہے۔)
سعیدہ۔ (مسکرا کر) ٹھیک ہے۔ یہ لو شاہین تم رکھ لو۔
شاہین۔ لاؤ (لے کر میز کے دراز میں ڈال دیتی ہے۔)
ڈاکٹر سدھا۔ سعیدہ اب تو تمھارے دل کا غبار چھٹ گیا نا۔
سعیدہ۔ جب رجسٹری ہو گی تب چھٹ جائے گا۔
شاہین۔ اری پگلی رجسٹری ہو گئی سمجھ۔ گھی کہاں گیا کھچڑی میں۔
سعیدہ۔ اور کھچڑی پیاروں کے پیٹ میں۔ اچھا بابا دل کا غبار
چھٹ گیا بس!
ڈاکٹر سدھا۔ صفدر صاحب اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ایک بات کہوں؟
صفدر۔ کہیئے۔
ڈاکٹر سدھا۔ میں پھر میڈیکل پوائنٹ پر آتی ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ آپ کا مادۂ تولید کمزور اور x مادۂ تولید طاقتور ہے
اس لئے آپ کو ہمیشہ لڑکیاں ہونے کے امکانات ہیں۔
صفدر۔ تو کیا کرنا چاہیئے مجھ کو
ڈاکٹر سدھا۔ اگر آپ سعیدہ کا برتھ کنٹرول آپریشن کروا دیں تو
ٹھیک رہے گا۔ ہمیشہ کے لئے آپ کو سکون مل جائے گا۔
صفدر۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔
ڈاکٹر سدھا۔ سعیدہ تمھارا کیا ارادہ ہے۔
سعیدہ۔ میں راضی ہوں۔

ڈاکٹر سدھا۔ (ڈائری دیکھ کر) میں ڈائری میں آپ کا نام لکھ لیتی ہوں
اگلے ماہ کی دس تاریخ کو ٹھیک ۹ بجے میرے دواخانے پر آجائیے

سعیدہ اور صفدر۔ ضرور۔
ڈاکٹر سدھا۔ شاہین میں چلتی ہوں۔
شاہین۔ ڈاکٹر سدھا بہت بہت شکریہ تمھارا۔ تمھاری وجہ سے ایک
خاندان کا جھگڑا آج ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔
صفدر۔ دراصل شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیئے کہ آپ کی بدولت
میری جہالت دور ہو گئی۔

سعیدہ۔ اور مجھے بھی۔
ڈاکٹر سدھا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میں نے ٹوٹنے والے دلوں کو جوڑ دیا۔ تو
چل رہی ہوں۔
شاہین۔ چلئے۔ ہم بھی موٹر تک چلتے ہیں۔ (اٹھ کر ڈائری ہاتھ میں پکڑے
باہر نکل جاتی ہے۔ دوسرے لمحہ موٹر اسٹارٹ ہونے کی آواز آتی
ہے۔ (شاہین اور سب لوگ واپس ہوتے ہیں۔)
شاہین۔ ڈرائیور! موٹر باہر نکالو۔ سعیدہ میں آج تم لوگوں کو گھر چھوڑ دوں۔
سعیدہ۔ چلئے۔
صفدر۔ ہماری بچی!
شاہین۔ لے چلئیے۔ ہم چاہے لاکھ اہتمام سے رکھیں لیکن بچوں کو ماں
باپ کی طرح کون پیار دے سکتا ہے۔ آئیے

(شاہین، سعیدہ اور صفدر بچی کے پاس پہنچتے ہیں جہاں وہ جھولے میں پڑی نیند میں مست ہے۔ جھولے میں سے اُٹھا کر خود صفدر کے حوالے کرتی ہے۔

"یہ لو اس انمول ہیرے کی قدر کرو۔"

صفدر۔ لائیے۔ (ہاتھ بڑھا کر بچی کو اُٹھا لیتا ہے۔ میری بٹیا ماشاء اللہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ (گلے لگا لیتا ہے۔)

شاہین۔ صفدر بھائی ذرا بتائیے کہ جنس کے تعین کا ذمہ دار کون ہے۔

صفدر۔ (مسکراتے ہوئے) صرف مرد۔

شاہین۔ ٹھیک —— حمیدن اور ڈرائیور۔ بچی کا سارا سامان لا کر کار میں رکھ دو۔

(حمیدن اور ڈرائیور سارا سامان لا کر کار میں رکھ دیتے ہیں۔)

سعیدہ بچی کو لے کر کار میں بیٹھ جاؤ۔ اور صفدر بچی کو سعیدہ کے حوالے کر دیتا ہے۔) صفدر بھائی آپ کار چلائیے۔ ہمارا ڈرائیور آپ کی اسکوٹر کو آپ کے گھر لے آئے گا۔ اور اسکوٹر رکھ کر ہماری کار لائے گا۔

صفدر۔ ⎫ ٹھیک ہے۔
سعیدہ۔ ⎭ خدا حافظ۔

شاہین۔ خدا حافظ۔

کار اسٹارٹ ہو جاتی ہے۔ —— ●●

عشق پر زور نہیں

شوکت ــ . . . . ملازم سرکار

شکیلہ . . . . شوکت کی بیوی

حمیدہ بیگم . . . شوکت کی بیوہ ماں

اختر شوکت کا سالہ عمر ۱۲ سال

رشید احمد شوکت کے رشتے کے چچا

آسیہ رشید احمد کی بہن۔

پہلا منظر

(شوکت اپنے گھر کے دالان میں اخبار دیکھتے بیٹھا ہے کہ شکیلہ داخل ہوتی ہے۔)

شکیلہ ــ اجی سنتے ہو۔ (شوکت کے مقابل صوفے پر بیٹھ جاتی ہے)

شوکت ــ (اخبار آگے سے ہٹا کر) کیا ہے۔

شکیلہ ــ (مسکراتے ہوئے) ایک خوشخبری۔

شوکت ــ سناؤ۔

تشکیلہ ۔ (مسکراکر) جان کی امان پاؤں تو کہوں ۔
شوکت ۔ خوشخبری اور جان کی امان (مسکراکر) مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آتا ہے ۔
تشکیلہ ۔ معاملہ ہی کچھ ایسا ہے ۔
شوکت ۔ اچھا ۔ جان کی امان دیتا ہوں ۔ کہو ۔
تشکیلہ ۔ (ڈرتے ہوئے ۔) امی کا ۔ ۔ ۔ ۔ امی کا ۔ ۔ ۔ ۔
شوکت ۔ کہو نا ۔ کیوں تھوک نگل رہی ہو ؟
تشکیلہ ۔ (ایک دم) امی کا معاشقہ چل رہا ہے ۔
شوکت ۔ (غیض سے) امی کے بارے میں یہ گستاخی تمھاری ۔
تشکیلہ ۔ بظاہر گستاخی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ ہے ۔
شوکت ۔ (آنکھیں نکال کر) دیکھو تشکیل تمھارے ساس بہو کے جھگڑے تمھاری حد تک ہی رکھو ۔ میرے سامنے اس کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے ورنہ میں تمھاری زبان کھینچ لوں گا ۔
تشکیلہ ۔ آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے ۔ امی کے بارے میں میرے خیالات برے نہیں ہیں ۔ میں تو ان کو اپنی ماں سمجھتی ہوں ۔ لیکن ایسا مشاہدہ ہو گیا کہ آپ سے کہنا پڑ رہا ہے ۔
شوکت ۔ گویا تم میرے خاندان کا مذاق اڑا رہی ہو ۔ اور ہنسی ہنسی میں مجھے ذلیل کر رہی ہو ۔
تشکیلہ ۔ اُف تمھاری غلط فہمی کیسے دور ہو کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔

شوکت ۔ (سُنی اَن سُنی کر کے) اگر میں تمھاری ماں کے بارے میں اس طرح کا الزام لگاؤں تو کیا تم یہ سچ سمجھوگی۔

شکیلہ ۔ قطعی یہ سچ سمجھوں گی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ پھر یہ کوئی غیر ممکن بات بھی نہیں ہے۔

شوکت ۔ اچھا ــــ ہے کوئی ثبوت تمھارے پاس۔

شکیلہ ۔ ایک معصوم ثبوت تو ہے۔

شوکت ۔ پھر دو ثبوت۔

شکیلہ ۔ ابھی دیتی ہوں۔ (پکارتی ہے) اختر!

اختر ۔ (دور کی آواز) جی آپا جان۔

شکیلہ ۔ ادھر آؤ بھیا۔

اختر ۔ (سامنے آکر کھڑا ہو جاتا ہے) جی۔

شکیلہ ۔ تم جو امی کو کہتے ہوئے سُنتے ہو تمھارے دولھا بھائی سے بیان کرو۔

اختر ۔ (ڈرتے ہوئے) نہیں آپا۔ دولھا بھائی پیٹیں گے مجھے۔

شکیلہ ۔ اتنا ڈرتا کیوں ہے۔ تیرے دولھا بھائی کوئی شیر چیتا نہیں انسان ہیں۔ وہ تجھ پر ناراض نہیں ہونگے۔

اختر ۔ نہیں آپا۔ میرا جی ڈرتا ہے۔ بید لے کر اُٹھیں گے مجھ پر۔

شوکت ۔ اگر آپا کے سکھانے پر جھوٹ بولو گے تو یقیناً بید لے کر اُٹھوں گا۔ اور تمہیں ادھموا کر کے چھوڑ دوں گا۔

اختر ۔ اور اگر سچ بولوں تو۔ ؟
شوکت ۔ تمہیں انعام دوں گا۔
اختر ۔ کیا انعام دیں گے دولھا بھائی۔
شوکت ۔ کچھ بھی دوں گا۔ بہرحال تم خوش ہو جاؤ گے۔
شکیلہ ۔ چلو اب تو خوف دور ہو گیا نا۔ کہہ دو دولھا بھائی سے۔
اختر ۔ اننی اور رشید چاچا برانڈے میں بیٹھے بات چیت کر رہے تھے۔
میں اچانک پہنچا۔ میرے پیر میں ہوائی چپل تھی۔ انہیں خبر ہی نہیں ہوئی۔ انٹی رشید چاچا سے کہہ رہی تھیں (ایکٹنگ کرتے ہوئے) "میں تمھارے بغیر نہیں رہ سکتی۔"
شوکت ۔ بدمعاش تو بھی بہن کے بہلاوے میں آگیا۔ ٹھہر جا تیری کمر ادھیڑتا ہوں۔ (لیکن اختر یہ جا وہ جا نظر سے دور جا پہنچا۔)
شوکت ۔ اچھا۔ اب گھر میں نہیں آو گے تم۔ مزہ بتلاؤں گا۔
اختر ۔ (دور کھڑے ہو کر) دولھا بھائی میں سچ بولا ہوں انعام دیجئے۔
شوکت ۔ گستاخی بھی کر رہا ہے اور انعام بھی مانگ رہا ہے ۔ یہ ہمت تیری۔
اختر ۔ (دور ہی سے) اللہ گواہ ہے۔ میں نے سچ کہا ہے آپ سے۔
شوکت ۔ یہ سب تیری اور تیری بہن کی سازش ہے۔
اختر ۔ (دور ہی سے) ہم کیوں سازش کریں گے جو دیکھے ہیں وہی آپ سے بیان کئے ہیں۔
شوکت ۔ (شکیلہ سے) مانا کہ میاں بیوی میں ہنسی مذاق بھی ہوتا ہے لیکن

اتنا خطرناک ــــــ ....

تشکیلہ ۔ اب بھی آپ کی غلط فہمی دور نہیں ہوئی ۔

شوکت ۔ کیسے دور ہوگی بھلا میری ماں ایسی حرکت کریں گی !

تشکیلہ ۔ کیوں نہیں ۔ ابھی بوڑھی تو نہیں ہوئی ہیں ۔ بیالیس چوالیس سال کی ہوں گی ۔ پھر کس طرح بن ٹھن کے رہتی ہیں ۔

شوکت ۔ تو ایسی حرکت کر سکتی ہیں ۔ ؟

تشکیلہ ۔ میں نے تو مشاہدہ کیا ہے ۔ اگر آپ نہیں مانتے ہیں تو نہ مانیں ۔

شوکت ۔ (غیض سے) اگر یہ بات غلط نکلی تو میں تمھاری گردن مار دوں گا ۔

تشکیلہ ۔ (گردن جھکا کر) ابھی مار دیجئے ۔ حاضر ہے ۔

شوکت ۔ میں خود مشاہدہ کرنا چاہتا ہوں ۔ مجھے کسی پر بھروسہ نہیں ۔

تشکیلہ ۔ یہ کونسی بڑی بات ہے ۔ کل تعطیل ہے ۔ گھر پہ ٹھہر جائیے گا ۔

شوکت ۔ ٹھہر جاؤں گا ۔

تشکیلہ ۔ اچھی بات ہے ۔

(شوکت ناراض ہوکر اٹھ کر چلا جاتا ہے لیکن دل میں اضطراب رہتا ہے اور رات بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا ہے ۔)

تشکیلہ ۔ (قریب آکر) تم خاموش کیوں ہوگئے ۔ شائد ناراض ہو مجھ پر ۔

شوکت ۔ ناراض نہیں ہوں گا تو کیا خوش ہوں گا ۔ تم نے اتنا بڑا الزام لگا دیا میری ماں پر ۔

تشکیلہ ۔ تم سے کہنے سے پیشتر میں نے بہت سوچا کہ تم سے کہوں یا نہ کہوں ۔

آخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ تم سے کہہ دینا چاہیئے۔ کیونکہ معاملہ اور بڑھ جاتا اور آخر میں ہمیں ہی پریشانی ہوتی۔

شوکت۔ معاملہ بڑھ جانے سے کیا مراد ہے تمھاری؟

شکیلہ۔ یہی کہ کوئی اور دیکھ لیتا تو بات چار طرف پھیل جاتی اور ہماری ناک کٹ جاتی۔

شوکت۔ تو ناک کبھی کٹنے والی ہے ہماری۔

شکیلہ۔ تو یہ کون سمجھائے تم کو، تم تو ماں کو فرشتہ سمجھے ہوئے ہو۔ میری بات جھوٹ ہی معلوم ہو گی تم کو۔

شوکت۔ میری ماں نہیں تم فرشتہ ہو۔

شکیلہ۔ خیر میں جو بھی ہوں، ہوں۔ مختصر یہ کہ تمھاری بیوی ہوں۔ اب ختم کیجئے بحث کو یہیں۔ جب تم آنکھوں سے دیکھ لو گے پھر بحث ہو گی۔ سو جائیے رات کے بارہ بج چکے ہیں۔ میں بھی کروٹ بدل کر سو جا رہی ہوں۔ (کروٹ بدلتی ہے)

لیکن شوکت کو نیند نہیں آتی۔ (اپنے آپ سے)۔ اگر شاہد سے میں بات سچ نکل گئی تو میں کیا کروں گا۔ نہ ماں سے کچھ کہہ سکتا ہوں نہ بول سکتا ہوں۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ چند روز میں امی میں تبدیلی آگئی ہے۔ مانگ چوٹی سے آراستہ اور بن ٹھن کے رہتی ہیں۔ کون انہیں بیوہ کہے گا۔ پھر بات بات پر ایسے قہقہے لگاتی ہیں کہ گویا ان کے سینے سے مسرت کا سیلاب پھوٹ رہا ہے ——

نہیں نہیں مجھے شکیلہ نے بہکا دیا ہے ۔ یہ تو اُن کی روزِ اول ہی کی عادت ہے ۔ ابتداء سے ہی صاف ستھری رہتی ہیں ۔ طبیعت میں چہل بھی ابتداء سے ہی ہے ۔ میری بیوی نے مجھے شک میں مبتلاء کر دیا ہے ۔ بیوی کی یہ سیاسی چال معلوم ہوتی ہے ۔ وہ اس طرح مجھ پر رعب جمانا چاہتی ہے ۔ ایسی عورت کی تو سوتے میں گردن مار دینا چاہیئے ۔ جو گھر کا سکون برباد کر دے ۔ ایسی عورت کو جینے کا کیا حق ہے ۔ خدا کرے کہ بات جھوٹی نکل جائے میکے بھیج دوں گا بدمعاش کو تاکہ نہ بانس رہے نہ بانسری بجے ۔ اب تو نفرت ہونے لگی ہے مجھے شکیلہ سے ۔

(اس طرح سوچتے سوچتے رات دیر گئے سوجاتا ہے)

دوسرا منظر

(صبح ہوتی ہے ۔ چڑیاں چہچہاتی ہیں ۔ شکیلہ بستر سے اُٹھ کر اپنے کام کاج میں مصروف ہو جاتی ہے اور جب کام ختم ہو جاتا ہے تو پھر کمرے میں پہنچتی ہے ۔)

شکیلہ ۔ اُٹھیے حضور ۔ دن کے دس بج گئے ۔

شوکت ۔ ارے دس بج گئے ۔ (اُٹھ بیٹھتا ہے ۔) بہت رات گئے نیند آئی تھی اس لئے سوتا رہا ۔

شکیلہ۔ خیر اُٹھئے۔ مُنہ ہاتھ دھوئیے۔ نہائیے۔ ناشتہ کیجئے۔ پھر آج
کا پروگرام تو معلوم ہے نا آپ کو۔

شوکت۔ آمی کے درشن کا۔

شکیلہ۔ ہاں وہی۔ تو پھر دن بھر گھر میں رہیئے۔ اور میری ہدایت
کے مطابق عمل کیجئے۔

شوکت۔ اچھا ڈائرکٹر صاحب۔ آپ کی ہدایات کے مطابق عمل ہوگا۔

شکیلہ۔ تمام ضروریات سے فارغ ہوجائیے۔ پھر پوچھئے۔

شوکت۔ اچھا حضور۔

(مُنہ ہاتھ دھوتا ہے۔ نہاتا ہے اور ناشتے سے فارغ ہوجاتا ہے)

شوکت۔ اب تو ناشتے سے بھی فارغ ہوچکا۔ کہیئے کیا حُکم ہے۔

شکیلہ۔ فی الحال آپ گھر سے باہر مت جائیے۔

شوکت۔ ہوم اریسٹ کررہی ہو مجھے۔

شکیلہ۔ آپ خود اپنی مرضی سے ہورہے ہیں۔

(اچانک ساس کے پکارنے کی آواز آتی ہے) بہو۔!

شکیلہ۔ (بہ آوازِ بلند) آئی امی۔ (قریب جاکر) جی۔

حمیدہ بیگم۔ آج اتوار ہے، کوئی اچھا سالن پکنا چاہیئے۔

شکیلہ۔ کہیئے کیا پکائیں۔

حمیدہ بیگم۔ کوفتے پکالو۔ آج کل گوشت کنٹرول نہیں آرہا ہے۔ کوئی سوکھی
ترکاری بھی بنالو۔ کوئی میٹھا بھی ہونا چاہیئے۔

میلہ ۔ گاجر کا حلوہ بنا لوں ۔
بدہ بیگم ۔ ہاں ٹھیک ہے ۔ آج چھٹی کا دن ہے ۔ تمھارے رشید چاچا
ضرور آئیں گے ۔ کچھ گپ شپ ہو گی ۔ دل بہل جائے گا ۔
میلہ ۔ جی امی ۔
ہدہ بیگم ۔ اور میرے پہننے کے لئے سلک کی پنک کلر کی ساڑی لہنگا
اور بلوز ۔۔۔ میں جا رہی ہوں ۔ پکوان میں دیر ہو رہی ہے امی ۔
دہ بیگم ۔ جاؤ ۔ فوری جاؤ ۔ (چلی جاتی ہے)
(رشید چاچا جن کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہے کلین شیو
صاف ستھرے پانٹ شرٹ میں ملبوس متانت سے چلتے ہوئے
داخل ہوتے ہیں ۔)
ید چاچا ۔ السلام علیکم ۔
دہ بیگم ۔ وعلیکم السلام ۔ آئیے آئیے ۔
شید چاچا ۔ کیا کروں ۔ جب چھٹی کا دن آتا ہے تو قدم خود بہ خود
تمھارے گھر کی طرف اٹھ جاتے ہیں ۔
رہ بیگم ۔ اور میں بھی چھٹی کے دن تمھارا انتظار کرتی رہتی ہوں ۔
ر چاچا ۔ تم ادھر بے قرار میں ادھر بے قرار ۔ اس طرح کب تک
کٹے گی ۔
دہ بیگم ۔ پہلے کھانا کھا لیں ۔ پھر سوچیں گے (بہ آواز بلند) بہو ۔
بلہ ۔ (دور کی آواز) آئی امی (قریب آکر) جی امی ۔

حمیدہ بیگم ۔ کھانا پک گیا ۔
شکیلہ ۔ پک گیا امّی ۔
حمیدہ بیگم ۔ نکالو بہو ۔ شوکت کہاں ہے ۔
شکیلہ ۔ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ۔ پیٹ میں کچھ گڑبڑ ہے ۔ ابھی
ابھی ریڈ مکسچر پلائی ہوں ۔ لیٹے ہوئے ہیں ۔
حمیدہ بیگم ۔ لیٹنے دو اس کو ۔ تم ہمارے ساتھ کھالو ۔
شکیلہ ۔ نہیں امّی ۔ مجھے بھی بھوک نہیں ہے ۔ میں بھی اُن کے ساتھ کھاؤں گی ۔
حمیدہ بیگم ۔ ٹھیک ہے ہمارے لئے ہی نکالو ۔
(شکیلہ باورچی خانہ میں جاتے ہوئے اختر کو پکارتی ہے) اختر
(باورچی خانے میں پہنچ کر کھانے کی اشیاء مشقاب و کٹوروں میں
نکالتی ہے ۔ اور کشتی میں رکھ دیتی ہے ۔ اختر نہیں آتا ہے تو
خود ڈائننگ ٹیبل پر کشتی لے جاکر کھانے کی اشیاء سلیقہ
سے جاتی ہے ۔ دونوں طرف دو پلیٹیں جگ میں پانی اور دو گلاس
رکھ دیتی ہے ۔ حمیدہ اور رشید چاچا ہاتھ دھوکر ڈائننگ ٹیبل
پر بیٹھتے ہیں ۔ اور کھانا شروع کرتے ہیں ۔
رشید چاچا ۔ کوفتے تو بڑے لذیز بنائے ہیں بہو نے ۔
حمیدہ بیگم ۔ بہو پکوان میں ماہر ہے ۔
رشید چاچا ۔ تم کو بڑی اچھی بہو ملی ہے ۔ صورت کے لحاظ سے بھی
سیرت کے لحاظ سے بھی ۔

نیدہ بیگم ۔ اللہ کا شکر ہے ۔

(شکیلہ کمرے میں پہنچ کر کھڑکی بند کر دیتی ہے اور خود ٹیبل پہ کھڑے ہو کر ڈائننگ ٹیبل کا نظارہ کرتی ہے ۔ معاً پلٹ کر ہاتھ کے اشارے سے شوکت کو بلاتی ہے ۔ شوکت فوری پلنگ سے اتر کر اس کے قریب آجاتا ہے ۔)

شکیلہ ۔ (آہستہ سے) ٹیبل پر چڑھ جائیے ۔

شوکت ۔ یہ لو چڑھ گیا ۔

شکیلہ ۔ روشن دان سے کیا نظر آرہا ہے ۔

شوکت ۔ امی اور رشید چاچا بیٹھے ٹیبل پر کھانا کھا رہے ہیں ۔

شکیلہ ۔ بس اُدھر ہی دیکھتے رہیئے ۔

شوکت ۔ ٹھیک ہے ۔

رشید چاچا ۔ آج تو تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو ۔

حمیدہ ۔ یہ آپ کی نظر ہے ۔ میں کہاں خوبصورت ہوں ۔

رشید چاچا ۔ واللہ تمھارا حُسن نکھر گیا ہے ۔

حمیدہ ۔ یہ آپ کی محبّت کا نتیجہ ہے ۔

رشید چاچا ۔ حمیدہ ! میں اب تمھارے بغیر نہیں رہ سکتا ۔

حمیدہ ۔ میں کیا کر سکتی ہوں ۔

رشید چاچا ۔ آخر ہم کب تک ایک دوسرے کو ترستے رہیں گے ۔ ؟

حمیدہ ۔ عمر بھر ۔

رشید چاچا ــ کیوں! کیا شادی نہیں کر سکتے ہم لوگ ــ؟

حمیدہ ــ نہیں۔

رشید چاچا ــ کیوں؟

حمیدہ ــ شادی سے ہماری بہو اور بیٹے کو تکلیف ہوگی۔ رشتہ داروں کو رنج پہنچے گا اور دوست احباب بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھینگے

رشید چاچا ــ دوسری شادی تو جائز ہے ہمارے یہاں۔

حمیدہ بیگم ــ جائز تو ہے لیکن رواج کم کم ہے۔ لوگ چاہتے کہ ہیں کہ بیوہ عمر بھر بیوہ رہے۔

رشید چاچا ــ کیوں؟

حمیدہ ــ لوگ بیوہ کو منحوس سمجھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ شوہر کے انتقال کے ساتھ عورت کی خواہشات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ابھی ابھی مجھے خیال آیا کہ آپ کا زیادہ ہمارے گھر آنا ٹھیک نہیں۔

رشید چاچا ــ ارے یہ کیا قید لگا رہی ہو۔

حمیدہ ــ یہ قید مجھے بہت پہلے لگانی چاہیئے تھی ــــ آپ رفتہ رفتہ آنا بند کر دیجیے۔

رشید چاچا ــ یہ ناممکن ہے مجھ سے۔

حمیدہ ــ کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔

رشید چاچا ــ یہ اچانک کیا تبدیلی آ گئی تم میں۔

حمیدہ ــ آج کی ملاقات ہمارے ڈرامہ کا آخری سین ہے۔

رشید چاچا — یہ اچانک کیا ہوگیا تم کو — کیا مجھ سے کچھ گستاخی ہوئی تھی۔
حمیدہ — زیادہ مت پوچھیے مجھ سے۔
(دونوں ڈائننگ ٹیبل سے اُٹھ کر واش بیسن پر منہ ہاتھ دھو کر تولیہ سے ہاتھ پونچھ کر تولیہ اسٹانڈ پر ڈال دیتے ہیں۔)
حمیدہ — (نہایت سنجیدہ ہوکر) خدا حافظ۔
رشید چاچا — (بادلِ ناخواستہ) خدا حافظ۔ (اداس چلا جاتا ہے)
شکیلہ — اُتر جائیے۔ ڈرامہ ختم ہوگیا۔
(دونوں ٹیبل سے نیچے اُتر جاتے ہیں۔ حمیدہ شکیلہ کو آواز دیتی ہے)

حمیدہ — بہو!
شکیلہ — آرہی ہوں۔ (کمرے سے نکلتی ہے اور ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر سارے پلیٹیں، مشقاب وغیرہ کشتی میں رکھ کر کچن روم میں چلی جاتی ہے۔ کچن روم میں رکھ کر کمرے میں واپس ہوتی ہے۔)
شکیلہ — (گردن جھکا کر) حاضر ہے مار دیجئے میری گردن۔
شوکت — (پشیمان ہوکر) ساری ڈیر (سینے سے لگا لیتا ہے)
شکیلہ — یا کچا چبا ڈالئے مجھے۔
شوکت — میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔ میں نے خواہ مخواہ تم پر شک کیا۔ بات یہ ہے کہ امّی ایسی حرکت کریں گی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ میں یہ بھول بیٹھا تھا کہ میری ماں ایک

عورت بھی ہے۔

تسکیلہ ۔ امّی کے جذبات کو بھڑکانے والے رشید چاچا ہیں ۔

شوکت ۔ ہمیں بہت پہلے ہی ان کی آمد ورفت بند کر دینا چاہیئے تھا ۔ نہ بانس ہوتا نہ بانسری بجتی ۔

شکیلہ ۔ خدا کا شکر ہے کہ آج بند ہو گیا ۔

شوکت ۔ ہم غافل رہے ۔ ادھر ماں بیوہ تھیں ۔ اُدھر رشید چاچا بھی رنڈوے تھے ۔ کیوپڈ کا تیر چل ہی گیا ۔

تسکیلہ ۔ آج کیوپڈ کے تیر کا اثر زائل بھی ہو گیا ۔

شوکت ۔ خدا کرے کہ زائل ہو جائے ۔ ورنہ برادری میں ہماری ہنسی اُڑتی ۔

شکیلہ ۔ اور ہم کسی کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ رہتے ۔

شوکت ۔ خیر چلو ۔ کھانا کھالیں ۔ میرا بھوک سے بُرا حال ہو رہا ہے ۔

شکیلہ ۔ چلیئے ۔ (دونوں کمرے سے نکل جاتے ہیں ۔)

تیسرا منظر

(چند دن گزرنے کے بعد آسیہ پھوپی برقع میں ملبوس نقاب اُٹھائے آتی نظر آتی ہیں)

شکیلہ ۔ ڈیر وہ دیکھو کون آرہی ہے ۔

شوکت ۔ کون ہے شکیلہ ۔

شکیلہ آسیہ پھوپی آرہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ لو آن پہنچی ۔
السّلام علیکم ۔

آسیہ ۔ وعلیکم السّلام ۔ جیتی رہو ۔ خداوندِ کریم تمہاری عمر و اقبال میں ترقی دے ۔ بیٹی تمہاری گود میں چاند سا بیٹا کھیلے ۔

شوکت ۔ آمین ۔ السّلام علیکم ۔

آسیہ ۔ وعلیکم السّلام ۔ حمیدہ بیگم کہاں ہے ۔

شکیلہ ۔ اپنے کمرے میں ہوں گی ۔

آسیہ ۔ ذرا پاندان تو لاؤ بیٹی ۔ منہ لال کر لوں ۔

شکیلہ ۔ (ڈھکیل کر) یہ لیجئے پاندان ۔

(آسیہ پان بنا کر کھاتی ہے ۔ پہلا تھوک پیکدان میں تھوک کر گویا ہوتی ہے ۔)

آسیہ ۔ اچھا ہوا ، میاں بیوی دونوں مل گئے ۔ میں بار بار کے چکر سے بچ گئی ۔

شوکت ۔ کہیئے کیا بات ہے ۔
آسیہ ۔ تمھارے رشید چاچا نے پیام بھجوایا ہے ۔ اگر آپ لوگ راضی ہیں تو حمیدہ بیگم سے نکاح کرنا چاہتے ہیں ۔
شکیلہ ۔ (سنجیدہ ہوکر) پھوپی جان آپ پہلے اُمّی جان سے پوچھیئے ۔
آسیہ ۔ میاں شوکت تم کہو کیا مرضی ہے تمھاری ۔
شوکت ۔ (تذبذب میں) اُمّی جان کی جو مرضی ہماری بھی وہی ۔
آسیہ ۔ اچھا بیٹے ۔ پہلی منزل پر تو کامیابی ہوگئی ۔ اب دوسری منزل پر قدم رکھتی ہوں ۔
(اُٹھ کر حمیدہ کے کمرے کی طرف بڑھتی ہے ۔)
شوکت میں سمجھتا ہوں، اُمّی جان راضی نہیں ہونگی ۔
شکیلہ ۔ میں سمجھتی ہوں راضی ہو جائے گی ۔
شوکت ۔ کیسے پتہ چلا تمہیں ؟
شکیلہ ۔ میں عورت ہوں، عورت کی فطرت کو خوب سمجھتی ہوں ۔
شوکت ۔ اگر راضی نہ ہوئی تو ۔ ؟
شکیلہ ۔ میں ہاتھ قلم کرلوں گی ۔
شوکت ۔ اچھا ۔
شکیلہ ۔ بالکل ۔۔۔ ! اور اگر راضی ہوگئی تو ؟
شوکت ۔ میں تم کو اُستاد مان لوں گا ۔ آگے کبھی بحث نہیں کروں گا ۔
شکیلہ ۔ چلیئے ۔ آیئے (شوکت کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہے ۔ (دونوں

جاکر دروازے کو کان لگاکر کھڑے ہو جاتے ہیں۔)

حمیدہ ۔ آپا کیسے آنا ہوا۔ بہت دنوں کے بعد آئیں ۔

آسیہ ۔ بہت دنوں کے بعد تو آئی ہوں لیکن حمیدہ ایک خوشخبری لے کے آئی ہوں ۔

حمیدہ ۔ کیا خوشخبری ہے ۔

آسیہ ۔ میرے بھائی رشید احمد تم سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر تم راضی ہو۔

حمیدہ ۔ (تذبذب میں) آپا آپ مجھ سے کیا پوچھ رہی ہیں۔ اگر میرا بیٹا اور بہو راضی ہیں تو میں بھی راضی ہوں ۔

آسیہ ۔ (مسرت سے) وہ لوگ تو پہلے سے ہی راضی ہیں ۔

حمیدہ ۔ مجھے بھی راضی سمجھئے ۔

(دونوں لپک کر پہلے مقام پر واپس آجاتے ہیں)

شوکت ۔ مان لیا اُستاد تم کو ۔

شکیلہ ۔ شکریہ (دونوں ہاتھ شوکت کے گلے میں ڈال دیتی ہے۔)

کھلونا

سرفراز — ایک تیس سالہ جوان
صابرہ — سرفراز کی بیوی
ماں — سرفراز کی ماں
ڈاکٹر شاہین — فیملی ڈاکٹر

پہلا منظر

ماں — سرفراز (قدرے بلند آواز سے) سرفراز (باہر سے پکارتی ہوئی گھر میں داخل ہوتی ہے) روم میں بھی نہیں ہو۔ آخر کہاں ہو۔
سرفراز — (دور کی آواز) میں ڈرائینگ روم میں ہوں۔
ماں — (جاتے ہوئے) کیا کر رہے ہو۔
سرفراز۔ تاش کے پتے جا رہا ہوں۔
ماں — (روم میں پہنچ کر) چھٹی ہوئی اور تم ڈرائینگ روم میں آ پہنچ گئے پھر دوستوں کا جمگھٹا ہوگا۔ تاش کی محفلیں جمیں گی اور رات

گئے تک ہنگامہ رہے گا۔

سرفراز۔ ماں روز تو دفتر کی جان لیوا مصروفیت پیچھا نہیں چھوڑتی۔ کیا چھٹی کے دن بھی ہم جی نہیں بہلا سکتے۔

ماں۔ بہلاؤ۔ بیٹے ضرور بہلاؤ لیکن میری بھی تو سنو۔

سرفراز۔ سنائیے۔ میں متوجہ ہوں۔

ماں۔ بیٹا میں تیری آنٹی کے گھر گئی تھی۔ وہاں افتخار کی بیوی سے ملاقات ہو گئی۔ ــــ کون افتخار۔ وہی تیرا بچپن کا ساتھی۔ تیری شادی کے ایک ہفتہ کے بعد اس کی ہوئی تھی۔

سرفراز۔ ہاں ہوئی تھی ــــ تو۔

ماں۔ اس کے دو بچے ہیں۔ ایک چار سال کا ایک دو سال کا۔ بچے خوبصورت ہیں۔ آپس میں کھیل رہے تو اچھا لگ رہا تھا۔

سرفراز۔ لیکن مجھ سے کیا ربط ماں۔ ان بچوں کا۔

ماں۔ بیٹا ہے۔ اپنا گھر سونا سونا ہے بچوں کے بغیر۔ اگر تجھے بھی بچے ہوتے تو ان سے دو چار مہینے کم زیادہ ہوتے۔

سرفراز۔ ماں جب میری تقدیر میں بچے نہیں ہیں تو میں کیا کروں۔

ماں۔ (آہستہ سے) بہو کہاں ہے۔

سرفراز۔ پڑوس میں گئی ہے۔

(ادھر سے صابرہ گھر میں لوٹ آتی ہے۔ جب ماں بیٹے کو کمرے میں دیکھتی ہے تو دروازے کی اوٹ میں چھپ جاتی ہے۔)

ماں۔ بیٹا دوسری شادی کر لے۔
سرفراز۔ دوسری شادی! یہ کیا کہہ رہی ہو ماں !!
ماں۔ کیوں! کیا لوگ دوسری شادی نہیں کرتے۔
سرفراز۔ میری بیوی بڑی جان نثار ہے مجھ پر۔ اس کے دل کو ٹھیس پہنچا کر میں دوسری شادی کیسے کر سکتا ہوں ۔۔۔ پھر میں چین سے رہ سکوں گا۔
ماں۔ پہلے تو ہمارے مذہب میں ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ دوسری وجہ اولاد کے نہ ہونے کی ہے۔ اس طرح تم شوق سے شادی کر سکتے ہو۔ خاندان کی بیل بڑھتی ہے۔ میری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔
سرفراز۔ ماں بچوں کی آرزو کا زمانہ گیا۔ پہلے زمانے میں بے فکری تھی۔ پیسہ تھا تو بچوں کی آرزو واجبی تھی۔ آج کے پریشاں کن دور میں بچوں کی نگہداشت نہیں ہو سکتی۔ میں بغیر بچوں ہی کے بھلا چنگا ہوں۔
ماں۔ تیری سوچ تو زمانے سے نرالی ہے دنیا میں وہ کون ہے جس کو بچوں کی آرزو نہیں۔ پھر بچے بڑھاپے کا سہارا ہیں۔ اگر تم نہ ہوتے تو بتاؤ میرا کیا حشر ہوتا۔
سرفراز۔ اماں تمھاری دلیلوں سے تو وکیل بھی ہار جائے گا۔ تم یہی کہنا چاہتی ہو نا کہ میرے بڑھاپے کا سہارا ہونا چاہئیے۔
ماں۔ بیٹا صرف میں ہی نہیں دنیا کا یہی اُصول ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں بہو کو

سمجھاؤں گی۔ وہ سمجھدار ہے راضی ہو جائے گی۔

(صابرہ بیتاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔)

ںابرہ ۔ اماں خوب سبق سکھا رہی ہو بیٹے کو۔ تم ساس کا پورا کردار ادا کر رہی ہو۔ گویا میری زندگی کو اُجاڑ کے گھر میں بہار لانا چاہتی ہو۔

اں ۔ بیٹی جذبات میں مت آؤ۔ تم ہی کہو کیا اپنا گھر بغیر بچوں کے سُونا سونا نظر نہیں آرہا ہے؟

ابرہ ۔ سونا سونا نظر آرہا ہے تو کیا میں ہی قصوروار ہوں۔

اں ۔ تم ہی قصوروار ہو۔ جب عورت بانجھ ہوگی تو اولاد کہاں سے آئے گی گھر میں۔

مابرہ ۔ کیا ثبوت ہے کہ میں بانجھ ہوں۔

ں ۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ تمھاری شادی ہوئے پانچ سال ہوگئے اور تمہیں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

ابرہ ۔ اولاد کے نہ ہونے کا سبب صرف عورت ہی نہیں ہے ماں۔ مرد بھی ہو سکتا ہے۔

ں ۔ مرد نہیں ہو سکتا صابرہ۔ میری آنکھوں میں دھول مت جھونکو۔ میرے خالو کو اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے دوسری شادی کی اور صاحبِ اولاد ہو گئے۔ میرے رشتے کے چچا کو اولاد نہیں تھی۔ وہ بھی دوسری شادی کر کے صاحبِ اولاد ہو گئے۔

صابرہ ۔ اماں مجھے خالو اور چچا کی مثالیں دے کر میرا منہ بند نہیں کر سکتیں۔ میں بھی عورت ہوں۔ کیا مجھے ماں بننے کی خواہش نہیں ہو گی۔ ماں بننے کے لئے میں نے ہزار پاپڑ بیلے ہیں۔ اس کا ثبوت ابھی دیتی ہوں۔

ماں ۔ بیٹی مجھے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔ میں دھوپ میں بال نہیں سکھائی ہوں۔ میں ایک لڑکی دیکھ چکی ہوں سرفراز کے لئے۔ لڑکی کے ماں باپ سے بات چیت کر چکی ہوں۔ وہ لڑکی دینے رضامند ہیں۔ تم صرف ہاں کہہ دو۔ پھر دوسری بہو آجائے گی گھر میں۔

صابرہ ۔ آپ میرے جیتے جی ان کی دوسری شادی نہیں کر سکتے۔ میں اپنی آنکھوں سے اپنے گھر کو اجڑتا نہیں دیکھ سکتی۔ میرے پیٹ سے اولاد ہو گی تو وہ میرے لئے ہزار خوشیوں کا باعث ہو گی۔

ماں ۔ دیکھو بیٹا جذبات میں مت آؤ۔ ٹھنڈے دل سے سوچو کہ کیا کرنا چاہیئے ہمیں۔

صابرہ ۔ پہلے آپ یہ تو پوچھیئے کہ میں نے کیا کیا ہے اور ڈاکٹروں کی رائے کیا ہے۔ پھر کچھ فیصلہ کیجئے۔

ماں ۔ اچھا سناؤ۔

(اٹھ کر ڈاکٹر شاہین کو فون ملاتی ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔ ریسیور اٹھا کر) ھلو۔

ڈاکٹر شاہین ۔ (فون سے جواب ملتا ہے) ڈاکٹر شاہین۔ کہاں سے۔

صابرہ ۔ میں گھر سے صابرہ بول رہی ہوں۔ شاہین تم دواخانہ برخواست

ہوتے ہی سیدھے میرے گھر چلی آؤ۔

ڈاکٹر شاہین۔ خیریت تو ہے

سابرہ۔ میری ساس مجھے بانجھ سمجھ کر اپنے بیٹے کی دوسری شادی کرنے والی ہے۔ اگر تم آکر اُسے سمجھاؤ تو ارادہ بدل سکتی ہے۔

ڈاکٹر شاہین۔ ارے ایسا کیا۔

سابرہ۔ جی فوری آئیے۔

ڈاکٹر شاہین۔ دس پندرہ منٹ میں آرہی ہوں۔

سابرہ۔ ضرور آئیے۔

(فون رکھ دیتی ہے اور ساس کے پاس پہنچ کر) ابھی ڈاکٹر شاہین آرہی ہیں۔ وہ آپ کو میری تدابیر سے واقف کرائیں گی۔

ماں۔ خیر آنے دو

سرفراز۔ ماں میں چلتا ہوں۔

سابرہ۔ اماں انہیں روکیئے۔ دراصل قصور ان ہی کا ہے۔ اس لئے ڈر کر بھاگ رہے ہیں۔

سرفراز۔ تو کیا قید کر دینے کا ارادہ ہے تمہارا۔

سابرہ۔ (مسکرا کر) آج آپ HOME ARREST ہیں۔

ماں۔ ہاں بیٹے مت جاؤ۔ آج اس بات کو کھل کر سامنے آجانا چاہیئے۔

سرفراز۔ کوئی بات ہی نہیں ہے اماں۔

ماں۔ تم کو بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔

سرفراز۔ آپ چاہتی ہیں تو ٹھہر جاتا ہوں۔ یہ لیجئے اخبار پڑھتے بیٹھ جاتا ہوں۔

(گھر پہ موٹر رکنے کی آواز آتی ہے۔ صابرہ دوڑتی ہے۔)

شاہین۔ (کار سے اُترتے ہوئے) السّلام علیکم۔

صابرہ۔ وعلیکم السّلام۔ آئیے آئیے۔ میں ڈر رہی تھی کہ کوئی تمہیں گھسیٹ لے گیا تو میں کیا کروں گی۔

شاہین۔ تمہاری پریشانی میری پریشانی ہے۔ سیدھے ادھر ہی چلی آئی۔

صابرہ۔ شکریہ۔

شاہین۔ امی سلام علیکم۔

ماں۔ وعلیکم السّلام۔ جیتی رہو۔

شاہین۔ کہاں ہیں سرفراز بھائی؟

صابرہ۔ ڈرائنگ روم میں ہیں۔

شاہین۔ ٹھیک ہے۔ امی میں نے کئی عورتوں کو اولاد کے لئے بے چین دیکھا ہے۔ لیکن صابرہ کی طرح بے چین نہیں دیکھا۔ اولاد کے لئے طرح طرح کے میڈیکل ٹسٹ کروا چکی ہے۔ لیکن میں نے اس کو مکمل صحت مند پایا۔ آخر میں نے اور ڈاکٹر شہباز نے سرفراز صاحب کو بہترا سمجھایا کہ میڈیکل ٹسٹ کروالیں لیکن انہوں نے ہمیشہ ٹال دیا۔ میں سمجھتی ہوں کہ سرفراز بھائی کے میڈیکل ٹسٹ اور

ٹریٹمنٹ کے بعد انہیں ضرور اولاد ہو جائے گی۔

ماں ۔ کیا مردوں میں بھی نقص ہوتا ہے ۔

شاہین ۔ جس طرح عورتوں میں بیماریاں ہوتی ہیں اسی طرح مردوں میں بھی ہوتی ہیں۔ اگر کوئی بیماری پیدائشی نہ ہو تو اولاد ہو جاتی ہے ۔ ہمارے علاج سے ۸۰ فیصد جوڑے صاحب اولاد ہو گئے ۔

ماں ۔ تم بھی سرفراز کا میڈیکل ٹسٹ کر سکتی ہو لیکن ایک شرط پر ۔

شاہین ۔ کونسی شرط ۔

ماں ۔ اگر میڈیکل ٹسٹ میں سرفراز بھی صحت مند نکلے تو صابرہ بخوشی اس کو دوسری شادی کی اجازت دے دیگی ۔

شاہین ۔ صابرہ کیو منظور ہے ۔

صابرہ ۔ منظور ہے اماں ۔

اماں ۔ میں ابھی سرفراز کو بلاتی ہوں ۔ صابرہ تم شاہین کے لئے چائے وائے کا بندوبست کرو ۔

صابرہ ۔ اچھا اماں ۔

شاہین ۔ میں چائے پی کر گھر سے نکلی ہوں ۔ آپ ذرا سرفراز بھائی کو بلالیں ۔ ان سے دو باتیں کر کے چلی جاؤں گی ۔ ایک پیشنٹ کو دیکھنا ہے ۔

ماں ۔ ابھی بلاتی ہوں ۔

شاہین ۔ صابرہ تم اتنی اُداس کیوں ہو ۔؟

صابرہ۔ سوچتی ہوں کہ بانجھ عورت کی دنیا میں کوئی عزت نہیں۔ یہاں
تک کہ وہ بے یار و مددگار ہو جاتی ہوگی۔

شاہین۔ تم کو ایسا سوچنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ذرا سرفراز بھائی ہمارے
یہاں میڈیکل ٹریٹمنٹ کرالیں تو انشاء اللہ تم صاحبِ اولاد ہو جاؤ گی۔

صابرہ۔ کیا تم کو یقین ہے۔

شاہین۔ انشاء اللہ۔

(سامنے سے سرفراز ماں کے ساتھ مسکراتا ہوا آتا ہے۔)

شاہین۔ سرفراز بھائی السلام علیکم۔

سرفراز۔ وعلیکم السلام۔

شاہین۔ اگر آپ پہلے ہی ہمارے مشورہ پر میڈیکل ٹسٹ کروالیتے تو
آج صاحبِ اولاد ہوتے۔ اور یہ جھگڑا نہ کھڑا ہوتا۔

سرفراز۔ کونسا جھگڑا۔

شاہین۔ یہی جو آج تمھاری ماں اور بیوی کے درمیان کھڑا ہوا ہے۔

سرفراز۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ نوبت یہاں تک آجائے گی۔

شاہین۔ اب بھی وقت ہے۔ ورنہ بات بڑھ گئی تو آنٹی تمھاری دوسری
شادی کر دیں گی۔

سرفراز۔ نہیں نہیں ڈاکٹر۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ میں میڈیکل ٹسٹ
کے لئے تیار ہوں۔

شاہین۔ صابرہ۔ تم دونوں کل صبح ۸ بجے تک ہمارے دواخانے پہ

آجاؤ۔ وہاں اوّل وقت ہی تم دونوں کا ٹسٹ کر لیا جائے گا۔
سابرہ۔ میرا تو ٹسٹ کیا جا چکا ہے۔
شاہین ۔ اس کو عرصہ ہو گیا۔ پھر ایک بار لے لیں گے۔
سابرہ و سرفراز ۔ اچھی بات ہے۔
شاہین ۔ تو چلتی ہوں۔
سابرہ و سرفراز ۔ اچھا۔
(ڈاکٹر شاہین چلی جاتی ہے)
(صبح نمودار ہوتی ہے چڑیوں کے چہچہوں کی آوازیں آتی ہیں۔)
سابرہ ۔ اُٹھئے سرکار صبح ہو گئی ۔ آج میڈیکل چیک اپ کیلئے چلنا ہے۔
سرفراز ۔ یہ لو اُٹھ بیٹھا۔ میں تمام ضروریات سے فارغ ہو جاؤں گا۔
اطمینان رکھو۔ جاؤ ناشتہ تیار کرو۔
سابرہ ۔ اچھی بات ہے۔
(باورچی خانہ میں جاکر ناشتہ تیار کرتی ہے۔ کبھی کبھی برتنوں کی آوازیں بھی آتی ہیں۔ گویا پکوان ہو رہا ہے۔) (یہ آواز بلند) پانی گرم ہو گیا ہے۔ آئیے حمام کے لئے۔
سرفراز ۔ آ رہا ہوں۔
(جسم پر پانی ڈالنے کی آواز آتی ہے ۔ جیسے کہ حمام ہو رہا ہے)
(ڈریسنگ ٹیبل کے پاس بیٹھ کر ۔)
سرفراز ۔ چلو ناشتہ لاؤ۔ میں تیار بیٹھا ہوں۔

صابرہ۔ (دور کی آواز) لا رہی ہوں ـــــ یہ لیجئے آگیا ناشتہ۔)
(میز پہ برتن رکھنے کی آواز سنائی دی)
سرفراز ـــ واہ گرم گرم ناشتہ بڑا لطف دے رہا ہے۔
صابرہ ۔ باتیں بند کیجئے۔ جلد کھا کر اُٹھئے۔
سرفراز ـ چلو چائے لاؤ۔
صابرہ ـ ابھی لے آئی۔ (اُٹھتی ہے اور ٹرے میں دو کپ چائے لیئے آتی ہے)
یہ لیجئے۔ اور یہ کپ میرے لئے۔ (چائے کی چسکیوں کی آواز آتی ہے)
سرفراز ۔ چائے تو بڑی مزے دار ہوئی ہے۔
صابرہ ـــ بس باتیں بند کیجئے اور چائے ختم کر کے رکھئے۔
ماں ـــ (آموجود ہو کر) تم لوگ دواخانہ جا رہے ہو نا؟
سرفراز ـــ ہاں ہاں۔ کچھ ہی دیر میں نکل جاتے ہیں ـــــ چلو صابرہ آؤ۔
صابرہ ـ آرہی ہوں ـــــ چلئے۔
ماں ـــ خدا تمہیں کامیاب کرے۔
(دونوں اسکوٹر پہ روانہ ہو جاتے ہیں اور پندرہ منٹ میں فیملی ویلفیر
سنٹر پہنچ جاتے ہیں۔)
صابرہ ـــ ڈاکٹر السّلام علیکم۔
شاہین ـــ وعلیکم السلام۔ تمھارے وہ کہاں ہیں۔
صابرہ ـــ باہر کھڑے ہیں۔
شاہین ـ انہیں ڈاکٹر شہناز کے پاس جانے کے لئے کہو۔ میں ابھی آرہی

ہوں۔ تم یہیں ٹھہرو۔

صابرہ۔ اچھا (باہر واپس آکر) سرفراز تم ڈاکٹر شہباز کے پاس پہونچو۔ شاہین آپ کے پیچھے ہی آرہی ہیں۔

شاہین۔ چلیئے (ڈاکٹر شہباز کے پاس پہنچ کر) یہ سرفراز ہیں میری سہیلی کے شوہر۔ ان کی شادی ہوئے پانچ سال گزر گئے ہیں لیکن انہیں کوئی اولاد نہیں نہیں ہوئی۔ یہ اولاد کی خواہش میں یہاں تک پہنچے ہیں۔

ڈاکٹر شہباز۔ تم جاؤ میں دیکھ لیتا ہوں۔

شاہین۔ میں ان کی بیوی صابرہ کا ٹسٹ کر رہی ہوں۔

ڈاکٹر شہباز۔ ٹھیک ہے۔

(شاہین اپنے ٹیبل پر واپس ہوتی ہے اور اندر لے جاکر صابرہ سے پوچھ گچھ اور ضروری معائنہ کرتی ہے۔)

شاہین۔ صابرہ تم جاکر باہر بیٹھو شب میں، میں ڈاکٹر شہباز سے DISCUS کرکے صبح میں تم کو ضروری مشورے دوں گی اور ڈاکٹر شہباز سرفراز بھائی کو مشورہ دیں گے

صابرہ۔ سرفراز صاحب کے ٹسٹ کے بعد میں انہیں لے کر گھر چلی جاتی ہوں۔

شاہین۔ جاسکتی ہو۔

(صابرہ بینچ پر بیٹھ کر سرفراز کا انتظار کرتی رہتی ہے۔ کچھ ہی دیر میں سرفراز مسکراتا ہوا باہر نکلتا ہے۔)

صابرہ ۔ ہوچکا چیک اپ ۔

سرفراز ۔ ہوچکا ۔

صابرہ ۔ کیا کہا ڈاکٹر صاحب نے

سرفراز ۔ ڈاکٹر صاحب نے پھر کل صبح آنے کو کہا ہے ۔

صابرہ ۔ مجھ سے بھی لیڈی ڈاکٹر نے ایسا ہی کہا ہے ۔ چلو گھر چلیں ۔

سرفراز ۔ چلو ۔

(دونوں اسکوٹر پر گھر پہنچتے ہیں کہ دروازے پر ماں مل جاتی ہے)

ماں ۔ ہوگیا میڈیکل ٹسٹ ۔

سرفراز ۔ ہوگیا ۔

ماں ۔ دونوں کا ۔

سرفراز ۔ دونوں کا ہی ہوا ہے ۔ ہمیں پھر صبح جانا ہے ۔ رپورٹس کے لئے ۔

ماں ۔ جاؤ ۔ (صابرہ سے) صابرہ میں ذرا پڑوس میں جا رہی ہوں ۔

صابرہ ۔ شوق سے جائیے اماں ۔

(دیواری گھڑی صبح کے ۸ بجے کے گھنٹے بجاتی ہے)

سرفراز ۔ صابرہ چلو آج آٹھ بج گئے ۔

صابرہ ۔ آرہی ہوں ۔ (قریب آکر) چلیئے ۔

(دونوں اسکوٹر پر دواخانہ پہنچتے ہیں ۔ سرفراز ڈاکٹر کے روم کی طرف چلا جاتا ہے اور صابرہ شاہین لیڈی ڈاکٹر کے روم کی طرف)

ڈاکٹر شہباز ۔ آؤ ۔ آپ آگئے ۔ آئیے آئیے ۔ بیٹھئے ۔ (سرفراز بیٹھ جاتا ہے)

آپ سگریٹ تو زیادہ نہیں پیتے ۔
سرفراز ۔ روزانہ صرف ایک دو پیاکٹ پیتا ہوں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ اور چائے ۔
سرفراز ۔ دن میں آٹھ دس کپ پی لیتا ہوں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ تین کپ سے زیادہ مت پیجئے ۔
سرفراز ۔ مناسب ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ آپ شراب تو نہیں پیتے ہونگے ۔
سرفراز ۔ کبھی کبھی پی لیتا ہوں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ آپ تنگ انڈر ویرا استعمال کرتے ہیں ۔
سرفراز ۔ ہاں استعمال کرتا ہوں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ کب سے کب تک ۔
سرفراز ۔ صبح سے رات کے آٹھ نو بجے تک اور کبھی کبھی رات گئے تک بھی ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ رات دیر گئے تک کیا مصروفیت رہتی ہے
سرفراز ۔ تاش کھیلتا ہوں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ سبحان اللہ ۔ ایک سے ایک بہترین مصروفیت ہے آپ کی ۔
سرفراز ۔ کیا یہ سب چیزیں مانعِ اولاد ہیں ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ ہو سکتی ہیں ۔
سرفراز ۔ تو کیا کرنا چاہیئے مجھے ۔
ڈاکٹر شہباز ۔ تنگ انڈر ویر کا استعمال فوری ترک کر دیں ۔

سرفراز۔ یعنی بغیر انڈر ویئر کے پتلون استعمال کیا کروں۔
ڈاکٹر شہباز۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ آپ ڈھیلا ڈھالا انڈر ویئر استعمال کریں۔ اگر بازار میں دستیاب نہیں تو سلوا لیجئے۔

سرفراز۔ مناسب۔
ڈاکٹر۔ سگریٹ نوشی ترک کر دیں یا کم از کم دن میں دو تین سگریٹ استعمال کریں۔

سرفراز۔ مناسب۔
ڈاکٹر شہباز۔ شراب نوشی قطعی ترک کر دیں۔
سرفراز۔ مناسب۔
ڈاکٹر شہباز۔ تاش کھیلنا بند کر دیں اور دس بجے شب تک سو جایا کریں۔
سرفراز۔ اگر نیند نہ آئی تو۔
ڈاکٹر شہباز۔ اخبار پڑھیں یا کوئی کتاب پڑھیں نیند آجائے گی۔
سرفراز۔ مناسب۔
ڈاکٹر شہباز۔ مکمل ایک ماہ تک بستر کا پرہیز رہے گا۔
سرفراز۔ یہ تو مشکل ہے ڈاکٹر صاحب۔
ڈاکٹر شہباز۔ کوئی مشکل نہیں۔ آپ ایک ماہ کے لئے بیوی کو سسرال بھیج دیجئے۔
سرفراز۔ بہتر۔
ڈاکٹر شہباز۔ میں دوائیں لکھ دیتا ہوں۔ آپ ثقیل اشیاء اور مسالوں

کے سالن استعمال مت کیجئے۔ کنولہ گوشت۔ دودھ بالائی، مرغی
کے بوزے اور فروٹس استعمال کر سکتے ہیں۔ اور ایک ہفتہ کے بعد
آکر کہیئے کہ کیا کیفیت ہے۔

سرفراز۔ ٹھیک ہے خدا حافظ۔

ڈاکٹر شہباز۔ خدا حافظ۔

(سرفراز ڈاکٹر کے روم سے نکلتا ہے تو اس کو صابرہ سامنے بنچ
پر بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے۔)

سرفراز۔ تم نکل گئیں۔ لیڈی ڈاکٹر کے روم سے۔

صابرہ۔ میں تو پانچ منٹ میں ہی نکل گئی۔ تب سے آپ کا انتظار کر
رہی ہوں۔

(مسکراتے ہوئے) معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تو بڑا سخت چیک اپ
ہوا ہے۔

سرفراز۔ نہایت سخت۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ میں تو اپنا دشمن آپ تھا
تمھارا چیک اپ کیسا رہا۔

صابرہ۔ نہایت مختصر۔ تقریباً میں صحت مند ہوں۔ ریگولر منفعلی
کورس کے لئے صرف ایک ٹانک لکھ دی گئی ہے۔

سرفراز۔ لیڈی ڈاکٹر نے ہدایات بھی نہیں دیں۔

صابرہ۔ دی ہے، گھر پر بیان کروں گی۔

سرفراز۔ چلو۔

(اسکوٹر پر دوائیں خریدتے ہوئے گھر پہنچ جاتے ہیں۔ دروازے پر ماں انتظار کرتی ہوئی ملتی ہے۔)

ماں — ہو گیا ڈاکٹری معائنہ۔

سرفراز — ہو گیا۔

ماں — دوائیں لالیئے۔

سرفراز — لالیئے۔

صابرہ — صرف ایک ٹانک میرے لئے۔ اور ٹانک۔ کیپسول وغیرہ اُن کے لئے۔

ماں — ٹھیک ہے۔ اللہ کا نام لے کر شروع کرو۔

صابرہ — اماں مجھے ایک ماہ کی چھٹی دیجئے۔ میں میکے چلی جاؤں گی۔

ماں — کیوں۔

صابرہ — مجھے لیڈی ڈاکٹر نے سختی سے ہدایت کی ہے۔

ماں — کس بات کی۔

صابرہ — پرہیز۔۔۔۔

ماں — اچھا اچھا — سرفراز تم کہو تمہیں ڈاکٹر نے کیا ہدایات دی ہیں۔

سرفراز — اماں لمبی چوڑی ہدایات ہیں۔ کیا بتاؤں آپ کو۔

ماں — کیا صابرہ کی کہی ہوئی بات سچ ہے۔

سرفراز — بالکل صحیح ہے۔ صابرہ کو ایک مہینے کے لئے میکے بھیج دینا ہوگا۔

ماں — پھر پکوان اور گھر کی دیکھ ریکھ کون کرے گا۔

سرفراز۔ آپ کو کرنا ہوگا ماں۔
ماں۔ (مطمئن ہو کر) خیر بیٹا کر لوں گی۔ تیری اولاد کے لئے مجھے یہ بھی منظور ہے۔
سابرہ۔ اماں میں صبح میکے جا رہی ہوں۔
ں۔ ہاں بیٹی جاؤ۔ اللہ کے حوالے کی ہوں تم کو۔
سابرہ۔ اچھا۔

تیسرا منظر

(سرفراز اور اس کی ماں دونوں ورانڈے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔)
سرفراز۔ اماں صابرہ کو گئے ہوئے صرف دو دن ہوئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ایک ہفتہ ہو چکا ہے۔ گھر سنسان نظر آرہا ہے۔
ں۔ بیٹے۔ بہو اور بچوں سے ہی گھر کی رونق ہے۔ پھر ہماری بہو تو ہمارے گھر کی رانی ہے۔ کیسے سنسان نظر نہیں آئے گا۔
سرفراز۔ اماں مجھے صابرہ بے حد یاد آرہی ہے۔
ں۔ خدا کے لئے یاد مت کرو۔ ورنہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ بس ایک مہینہ صبر کر لو۔ پھر بہو دلہن بن کر آئے گی۔
رفراز۔ ایک مہینہ تو بہت طویل ہے اماں۔
ں۔ کوئی طویل مدت نہیں ہے۔ بچوں کی طرح ضد مت کرو۔

سرفراز۔ (پہلو بدل کر) اماں۔ تمہیں بھی کتنی تکلیف ہو رہی ہے۔ سویرے اُٹھ کر ناشتہ تیار کرنا۔ پھر دوپہر کا پکوان۔ اللہ اللہ تمھاری تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی ہے اماں۔

ماں۔ مجھے کوئی تکلیف ہی نہیں ہے بلکہ مجھے ہونے والے بچے کی خوشی میں سارا کام سہل معلوم ہو رہا ہے۔

سرفراز۔ بچوں کے بغیر زندگی بیکار ہی معلوم ہوتی ہے اماں۔

ماں۔ بالکل بیکار ہے بیٹا۔

سرفراز۔ اور مجھے بچے کی خوشی میں عمدہ غذا مل رہی ہے۔ صبح گرم گرم پراٹھے گوشت، انڈا۔ دودھ۔ بالائی اور چائے تو آپ نے بند ہی کر دی۔

ماں۔ تجھے چائے کی بجائے دودھ میں اولٹین دے رہی ہوں نا۔ اولٹین سے جسم میں توانائی آتی ہے۔

سرفراز۔ میرا کیپسول اور ٹانک سے تو جی بیزار ہو گیا۔

ماں۔ ابھی تو ابتدا ہے اور ابھی سے جی بیزار ہو گیا۔

سرفراز۔ صرف بچے کی اُمید میں دوا کھا رہا ہوں ورنہ چھوڑ دیا ہوتا۔

ماں۔ بچے کی خوشی کے مقابلہ میں دوا کی تکلیف کچھ نہیں ہے بیٹا۔ تجھے نہیں معلوم اولاد کی خوشی میں عورت کتنی تکالیف اُٹھاتی ہے۔

سرفراز۔ یہ عورت کا ہی حق ہے۔ اماں مرد تکالیف نہیں اُٹھا سکتا۔

ماں۔ تب ہی تو باپ کے مقابلے میں ماں کا مرتبہ بڑا ہے۔ ماں کے قدموں کے نیچے جنّت ہے۔ باپ کے قدموں کے نیچے نہیں۔

سرفراز ۔ خیر ماں ۔ آپ اطمینان رکھئے میں نہیں چھوڑوں گا دوا۔
ماں ۔ دوپہر میں ترکاری کے ساتھ مرغی کے چوزے بھون رہی ہوں ۔
سرفراز ۔ ہاں ہاں ۔ بھونیئے اور پہلوان بنائیے ۔
ماں ۔ یہ ڈاکٹر سے پوچھو ۔ مجھ سے کیا کہہ رہے ہو ۔
سرفراز ۔ خیر میں آفس جارہا ہوں ۔
ماں ۔ خدا حافظ ۔

(سرفراز اسکوٹر پہ آفس چلا جاتا ہے)

چوتھا منظر

سرفراز ۔ صابرہ کو گئے ہوئے کل ایک مہینہ ہو گیا ۔ میں اب سسرال جاکر
اس کو لے آؤں ماں ۔؟
ماں ۔ ضرور لے آؤ ۔ وہ بھی بے چین ہو گی آنے کے لئے ۔
سرفراز ۔ مجھ سے بڑھ کر ہو گی ۔
ماں ۔ ہو سکتی ہے اور تمھاری ساس، سسر کو میری طرف سے سلام کہنا ۔
سرفراز ۔ ضرور کہوں گا ۔ میری ہلمٹ کہاں ہے ۔
ماں ۔ (ٹیبل کے نیچے سے اُٹھا کر دیتی ہے) یہ لو ۔

(ہلمیٹ لے کر سرفراز پلٹتا ہے کہ صابرہ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس
اور ایک ہاتھ میں ٹفن کیریئر لئے داخل ہوتی ہے ۔)

صابرہ ۔ کہاں جارہے ہو ۔؟

سرفراز ۔ تمہارے پاس ہی آرہا تھا۔ چلو اچھا ہوا۔
صابرہ ۔ اماں قدم بوسی عرض کرتی ہوں۔
ماں ۔ بیٹی جگ جگ جیو۔ خیریت سے تو ہو۔؟
صابرہ ۔ خیریت کیا کہوں میری صورت سے اندازہ لگائیے کہ میں کیسی لگ رہی ہوں۔ آپ لوگوں کی یاد بہت آتی تھی۔
ماں ۔ خیر بیٹا۔ جدائی کے دن کٹ گئے اب خوش رہو۔
سرفراز ۔ یہ ٹفن کیریر میں کیا لائی ہو۔ ؟
صابرہ ۔ گاجر کا حلوہ ہے۔ تم شوق سے کھاتے ہو نا۔ اسلئے اماں نے بھیجا ہے۔
سرفراز ۔ ابھی تھوڑا سا دے دو۔ طبیعت للچا رہی ہے۔
صابرہ ۔ آئیے آئیے۔ دیتی ہوں۔ (گھر کے اندرونی حصّے میں چلی جاتی ہے)
(کلاک رات کے دس بجے کا گھنٹہ بجاتا ہے۔ اور سرفراز رات کے یونیفارم میں اپنے روم میں آکر لیٹ جاتا ہے۔ دوسرے لمحے صابرہ داخل ہوتی ہے۔)
سرفراز ۔ صابرہ دن کسی طرح کٹ جاتا تھا لیکن رات ہوتے ہی تمہاری یاد ستاتی تھی۔ (صابرہ کی تھوڑی پکڑ کر) ــــ

رات بھر دیدۂ نمناک میں لہراتے رہے
سانس کی طرح سے آپ آتے رہے جاتے رہے

صابرہ ۔ میری جدائی میں تم کو اشعار بھی یاد آئے۔

سرفراز۔ ہاں دو چار اشعار ضرور یاد آئے۔
سائرہ۔ مثلاً۔
سرفراز۔ ؎ تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
سائرہ۔ خوب! میرا بھی یہی حال تھا۔
سرفراز۔ ؎ دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی
سائرہ۔ ہاں تھی۔ لیکن اب تو بجھ گئی نا۔!
سرفراز۔ تمہارے گھر میں قدم رکھتے ہی آگ بجھ گئی۔
سائرہ۔ مجھے بھی سکون مل گیا۔
سرفراز۔ اولاد کی خواہش میں، میں نے ایک مہینے کی جدائی برداشت کی۔
سائرہ۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب کبھی ہم جدا نہیں ہوں گے۔
سرفراز۔ مجھے تو خوابوں میں صرف تم اور بچے نظر آتے تھے۔
سائرہ۔ اچھا! کتنے
سرفراز۔ یہی چار پانچ۔
سائرہ۔ صرف دو چاہیے ہیں۔
سرفراز۔ اچھا بابا، دو ہی سہی۔
سائرہ۔ خیر (سرفراز کے چہرے کو خاموش گھورنے لگتی ہے۔)
سرفراز۔ یہ کیوں گھور رہی ہو مجھے۔
سائرہ۔ میں گھور رہی ہوں۔ محبت سے دیکھ رہی ہوں تم کو۔ آج تم بڑے

اچھے لگ رہے ہو۔ بلا کی کشش ہے تمھارے چہرے پر۔ جی چاہتا ہے کہ . . . . . .

سرفراز ۔ بس بس ۔ تمھارے چہرے کا بھی یہی حال ہے ۔ لائٹ آف کر رہا ہوں۔

صابرہ ۔ شوق سے ۔

(کھٹ سے لائٹ آف ہو جاتی ہے)

پانچواں منظر

ماں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ڈاکٹروں نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے۔ کہیں بانجھ عورت کو بھی اولاد ہوئی ہے۔

سرفراز۔ اماں ہمارے علاج کو ابھی مدت ہی کتنی ہوئی ہے۔ تھوڑے دن اور صبر کرنا چاہئیے۔

ماں۔ مجھ سے اب صبر نہیں ہوتا۔ میرا دل یہی کہتا ہے کہ ہمیں بے وقوف بنایا گیا ہے۔

سرفراز۔ اماں شک کا علاج لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔

ماں۔ میری بات کو تم شک کہتے ہو۔ اور شک سے ہی آدمی یقین تک پہنچتا ہے۔

سرفراز۔ یہ تمھارا وہم ہے اماں۔

ماں۔ ایک دن میرا وہم یقین میں بدل جائے گا۔

سرفراز۔ اماں وہم وہم ہی ہوتا ہے۔ کبھی بدل نہیں سکتا۔

ماں۔ دیوانے کو کون سمجھائے ——— صابرہ تم نے دوسری شادی روکنے کا اچھا پلان بنایا ہے۔

صابرہ۔ اماں میں نے تو اولاد ہونے کا پلان بنایا تھا لیکن آپ کی غلط فہمی کو اللہ ہی دور کر سکتا ہے۔

ماں۔ پھر ہوئی اولاد۔

صابرہ۔ ہو گی۔ آپ کو صبر ہی نہیں ہے تو کیا کیا جائے۔
ماں۔ آخر صبر کی بھی حد ہوتی ہے۔ تم لوگوں کا علاج ہوئے چار ماہ گزر چکے
ہیں۔ آخر کچھ تو آثار دکھائی دینا تھا۔
شاہین۔ (داخل ہوتی ہے) السّلام علیکم۔
صابرہ و سرفراز۔ وعلیکم السّلام۔
صابرہ۔ شاہین تم اچھے موقع پر آگئیں۔
شاہین۔ ایک پیشنٹ کو دیکھ کر پلٹ رہی تھی کہ خیال ہوا کہ تم لوگوں
سے ملتی چلوں۔ بس چلی آئی۔
سرفراز۔ بہت بہت شکریہ ڈاکٹر۔
شاہین۔ کیوں؟
صابرہ۔ اماں پھر ان کی دوسری شادی کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔
شاہین۔ نہیں نہیں۔ آنٹی ایسا نہیں کر سکتیں۔ انہیں خدا پر بھروسہ ہے۔
ماں۔ آخر کب تک صبر کروں شاہین۔ لڑکی والوں سے بات چیت ہو چکی
ہے۔ وہ لوگ تاریخ مقرر کرنے کے لئے مجھے تنگ کر رہے ہیں۔
سرفراز۔ اماں آپ نے خواہ مخواہ لڑکی والوں سے بات چیت پکی کر لی میری
مرضی پوچھی تھی آپ نے۔
ماں۔ مجھے کیا ضرورت ہے تیری مرضی پوچھنے کی۔ میں تیری ماں ہوں۔
اپنی مرضی سے سب کچھ کر سکتی ہوں۔
سرفراز۔ تیری حجت سے فائدہ۔ ؟ میں دوسری شادی کرنے پر قطعی راضی

نہیں ہوں۔ اگر میری قسمت میں اولاد ہو گی تو صابرہ کے بطن سے ہو گی ورنہ نہیں۔

ماں۔ سب لوگوں نے مل کر مجھے بیوقوف بنایا ہے۔ اے اللہ اب میں کیا کروں! جب گھر میں عزت ہی نہیں ہے تو مجھے یہاں رہنا ہی نہیں چاہیئے۔ اللہ نے دو بیٹے بھی نہیں دیئے۔ ورنہ میں دوسرے بیٹے کے پاس چلی جاتی۔ اب گلبرگہ شریف جا کر خواجہ کی درگاہ میں رہ جاؤں گی۔

شاہین۔ آنٹی آپ سے ایک بات پوچھوں؟

اماں۔ پوچھو ــــــ یہ سب آگ تمھاری ہی لگائی ہوئی ہے۔

شاہین۔ خیر آپ کچھ بھی کہیئے۔ جب آپ بیوہ ہوئی تھیں تو چار مہینے دس دن گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں۔ کیوں؟

اماں۔ وہ تو عدت کے دن تھے۔ عدّت کے دنوں میں بیوہ عورتیں گھر سے باہر نہیں نکلتیں۔ یہ ہمارا مذہبی حکم ہے۔

شاہین۔ آخر کیوں؟

اماں۔ اس لیئے کہ بیوہ عورت اگر حاملہ ہے تو اس کا پتہ چل جاتا ہے۔

شاہین۔ یعنی حمل کا پتہ چار ماہ دس دن میں چلتا ہے۔

اماں۔ بالکل۔

شاہین۔ اس طرح اگر حال حال میں صابرہ کو حمل ٹھہرا ہے تو صاف ظاہر ہونے کے لیئے اور دو ماہ تو آپ کو انتظار کرنا ہو گا۔

اماں ۔ اچھا بیٹا اور دو ماہ انتظار کرلوں گی۔

شاہین ۔ چلو اب جھگڑا ختم ہوا۔ میں آج مصروفیت کی وجہ سے صبح چائے نہیں پی سکی ۔ میرے سر میں درد ہو رہا تھا۔ میں یہاں چلی آئی کہ چائے پی کر جاؤں گی مگر تم لوگوں میں سے کسی نے چائے کے لئے پوچھا نہیں ۔ خیر میں چلتی ہوں، خدا حافظ ۔

اماں ۔ نہیں بیٹی بیٹھو۔ تم بغیر چائے پیئے نہیں جاسکتیں ۔ صابرہ جاؤ۔ فوری چائے بنا کر لے آؤ اور ہوا دان میں بسکٹ ہوں گے وہ بھی لے آؤ ۔

صابرہ ۔ ابھی لے آئی۔ (صابرہ باورچی خانے میں چلی جاتی ہے ۔)

شاہین ۔ آنٹی قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو "کن" کہتا ہے تو اس کا وجود عمل میں آجاتا ہے ۔ ہمیں ظاہری تدابیر تو کرنا چاہیے لیکن خدا سے دعا کرنی چاہیئے کہ اے پروردگار تو شاہین کو اولاد کی نعمت سے سرفراز کر دے ۔ کیا آپ نے کبھی دعا کی ۔

اماں ۔ جب سے تمہارا علاج ہوا ہے میرا اس طرف دھیان ہی نہیں گیا بیٹی ۔ البتہ اس سے پہلے دعا کیا کرتی تھی ۔

شاہین ۔ میں سمجھتی ہوں بس یہی وجہ ہے کہ صابرہ ابھی تک حاملہ نہیں ہوئی۔ آپ نے یہی سمجھا کہ ڈاکٹروں نے علاج کر دیا ہے اب ضرور حاملہ ہو جائے گی ۔

ماں ۔ ہاں بیٹی ۔ یہ تو بھول ہو گئی مجھ سے کہ میں نے خدا کو بھلا دیا ۔

شاہین۔ بس آپ ہر نماز کے بعد صابرہ کو اولاد ہونے کے لئے دعا کیجئے۔

ماں۔ ضرور کروں گی بیٹا۔

شاہین۔ میں روزانہ خداوندِ کریم سے یہی دعا کرتی ہوں کہ اے مالک ہماری عزت رہ جائے۔ اور صابرہ کو اولاد ہو جائے۔

سرفراز۔ آمین۔ دراصل اماں یہ میری دوسری شادی کا بھوت سوار ہے۔ کیوں بہو سے اتنا جلتی ہے نہیں معلوم۔

ماں۔ میں کیوں جلوں گی اپنی بہو سے۔ میرا ہنگامہ کرنا صرف تیری اولاد کے لئے ہے۔

سرفراز۔ مجھے بھی یقین کامل ہے کہ ہمیں اولاد ہو گی۔

شاہین۔ تو اب میں چلتی ہوں۔ خدا حافظ۔

سب۔ خدا حافظ۔

(اور شاہین واپس چلی جاتی ہے)

— چھٹا منظر —

صابرہ — اماں سے جھگڑا ہوئے آج دو مہینے ہو گئے۔ گزشتہ مہینے میں مجھے متصلی کورس نہیں ہوا اور اس ماہ بھی متصلی کورس کی تاریخ کو گزرے پندرہ دن ہو گئے ہیں۔

سرفراز — (خوش ہو کر) اچھا — کیا اپنے آپ میں تم کوئی تبدیلی محسوس کرتی ہو۔

صابرہ — مجھے کبھی کبھی متلی محسوس ہوتی ہے۔

سرفراز — ذرا پاؤں تو بتلاؤ۔

صابرہ — (پاؤں آگے کر کے) یہ دیکھئے۔

سرفراز — قدرے بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ میرا دل کہتا ہے کہ تم حاملہ ہو گئیں۔

صابرہ — میں بھی ایسا ہی محسوس کرتی ہوں۔

سرفراز — چلو۔ صبح ڈاکٹر شاہین کے پاس چلیں۔ وہاں تمہارا معائنہ کروائیں گے۔

صابرہ — چلیئے۔

(چوڑیاں چھنچھناتی ہیں)

(دونوں اسکوٹر پر چلے جاتے ہیں)

صابرہ — ڈاکٹر السّلام علیکم
شاہین — وعلیکم السّلام۔ کیسے آنا ہوا۔
صابرہ — طبی معائنہ کے لئے۔
شاہین — اس روم میں چلو۔ اور ٹیبل پر لیٹ جاؤ۔
صابرہ — اچھا — (روم میں چلی جاتی ہے اور اس کے پیچھے شاہین)
(باہر سرفراز لمبے بےچینی میں ٹہلتا رہتا ہے۔)
صابرہ — (باہر نکل کر) چلئے ڈاکٹر شاہین نے بلایا ہے تمہیں۔
سرفراز — کیوں۔؟
صابرہ — وہ خود بتلائیں گی۔
(سرفراز اندر داخل ہوتا ہے۔)
سرفراز — السّلام علیکم۔
ڈاکٹر شاہین — وعلیکم السّلام۔ سرفراز بھائی مبارکباد قبول کیجئے۔
کہ صابرہ حاملہ ہوگئیں۔
سرفراز — کتنے ماہ کا حمل ہے۔
شاہین — دو ڈھائی ماہ کا معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو مبارکباد دیجئے
اور کہیئے کہ بہو کو جھلایا نہ کریں۔ سخت کام نہ لیا کریں۔ وزن
اُٹھانے نہ دیں اور اور اس کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔
زود ہضم غذائیں اور فروٹس کھلاتے رہیں۔ دودھ پلاتے رہیئے۔
فی الحال ٹانک کی ضرورت نہیں ہے۔

سرفراز ۔ آپ کی تدبیر اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی کے باعث ہم صاحبِ اولاد ہو رہے ہیں ۔

شاہین ۔ صرف اللہ کے فضل کے باعث ۔

سرفراز ۔ چلتا ہوں ۔

شاہین ۔ خدا حافظ ۔ (دونوں اسکوٹر پہ گھر پہنچتے ہیں)

اماں ۔ یہ چوری چوری کہاں گئے تھے دونوں ۔

سرفراز ۔ آپ کے لئے خوشخبری لائے ہیں ۔

اماں ۔ کہاں سے ؟

سرفراز ۔ ڈاکٹر شاہین کے دواخانے سے ۔

اماں ۔ کیا خوشخبری ہے ۔

سرفراز ۔ اماں خوشخبری یہ کہ تمھارا بیٹا صاحبِ اولاد ہو رہا ہے ۔

ماں ۔ (خوشی سے) سچ ۔ کیا کہا شاہین نے ۔

سرفراز ۔ صابرہ کا طبی معائنہ ہوا ۔ اور خوشخبری سنائی کہ دو ڈھائی ماہ کا حمل ٹھہر گیا ہے ۔

ماں ۔ (دونوں ہاتھ اُٹھا کر) اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے ۔ صابرہ معاف کر دو بیٹی ۔ میں نے غلط فہمی میں تمھارے دل کو دکھایا ہے ۔

صابرہ ۔ معاف کرنے کے سوا چارہ کیا ہے اماں ۔ لیکن اب مجھے برا بھلا مت کہئے ۔ میرے پیٹ میں ایک اور جان بھی ہے ۔

ماں ۔ نہیں بیٹی اب تجھے نہیں کہوں گی ۔ اب صرف تم ہلکا پھلکا کام کرو گی

اور خوش رہو گی۔ (سرفراز سے) سرفراز دودھ کی راتب بڑھا دو۔ صابرہ کو صبح شام دودھ پلایا کریں گے۔ آفس سے آتے آتے تازہ پھل لایا کرو۔ ڈاکٹر سے کوئی ٹانک لکھالانا تھا۔

سرفراز۔ پھل تو روز لے آؤں گا۔ لیکن ٹانک کی ضرورت نہیں اماں۔

ماں ــ کیا ڈاکٹر نے کہا ہے۔

سرفراز۔ جی ہاں۔

ساتواں منظر

(ساس اور بہو دالانڈے میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔)

ماں ــ صابرہ۔ تم کو حاملہ ہوئے نو مہینے گزر چکے ہیں۔ ڈاکٹر کے مشورے کے مطابق تمھاری ڈیلیوری کے دن ہیں۔ ماشاءاللہ سے تمھاری صحت بھی اچھی ہے۔

صابرہ ــ پرسوں انسپکشن کے بعد ڈاکٹر شاہین نے کہا کہ نہ صرف تمھاری صحت اچھی ہے بلکہ بچّہ کی نشو نما بھی ٹھیک طرح سے ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ زچگی نارمل ہو گی۔

ماں ــ ڈاکٹر شاہین نے بڑی دلچسپی لی تمھارے کیس میں۔

صابرہ ــ میری کالج کی سہیلی ہے۔ کیسے دلچسپی نہیں لے گی۔ پھر فطرتاً بھی شاہین مریضوں سے بڑی ہمدردی رکھتی ہے۔

(نحیف آواز میں) اماں تھوڑے درد ہو رہے ہیں۔

ماں۔ سرفراز (بہ آواز بلند) سرفراز۔

سرفراز۔ آیا اماں ——— (قریب آکر) کیا بات ہے۔

ماں۔ بیٹے صابرہ کے درد ہو رہے ہیں۔ شائد زچگی کی گھڑی نزدیک آ پہنچی۔ فوری ٹورسٹ کو فون کردو کہ کار بھیج دے۔

سرفراز۔ (فون ملاتا ہے۔ گھنٹی بجتی ہے۔) (ریسیور اٹھا کر) ہلو۔

پروپرائٹر۔ میں پروپرائٹر "نشاط ٹورسٹ" بات کر رہا ہوں۔

سرفراز۔ اعجاز۔ میں گھر سے یعنی ملک پیٹ سے بات کر رہا ہوں۔ میری بیوی کو فوری فیملی ویلفیر سنٹر کاچی گوڑہ منتقل کرنا ہے۔ فوری کار بھجوادو۔

پروپرائٹر۔ ابھی بھیج رہا ہوں۔

سرفراز۔ شکریہ (فون رکھ دیتا ہے) ماں چلنے کی تیاری کرو۔ مختصر بستر اور مختصر سامان رکھ لو۔ کوئی دم میں کار آجائے گی۔

ماں۔ اچھا۔ چلتے چلتے تیری ساس کو بھی لے لیں گے۔ پہلی زچگی کا خرچہ انہیں کا ہوتا ہے

سرفراز۔ اچھا اچھا۔ لے لیں گے۔

(کار کے گھر پر رکنے کی آواز آتی ہے)

سرفراز۔ میں پہلے سامان رکھ کر آجاتا ہوں۔

(سامان لے کر باہر آتا ہے۔ موٹر کا دروازہ کھلنے کی خفیف سی آواز آتی

ہے ــــ (واپس آکر) چلو صابرہ اُٹھو (صابرہ کیل کر آہستہ آہستہ سرفراز کے سہارے چلتی ہے۔ ماں سے) اماں تالہ لالو اور موٹر میں بیٹھ جاتی ہے۔

ماں ــ یہ لو تالہ لگاؤ دروازے کو۔ میں صابرہ کے ساتھ بیٹھ جاتی ہوں۔

سرفراز ــ یہ لو تالا لگا دیا۔ کنجی رکھ لو۔

ماں ــ تم ہی رکھو بیٹا کنجی۔

سرفراز ــ اچھا (موٹر اسٹارٹ ہو جاتی ہے اور راستے سے صابرہ کی ماں کو ساتھ لیتے ہوئے ویلفیر سنٹر پر رک جاتی ہے)

ماں ــ آگیا ویلفیر سنٹر۔ چلو سرفراز دوڑو اور کرسی لے آؤ۔ صابرہ کو بٹھا کر لے چلنے کے لئے۔

سرفراز ــ یہ لیجئے آگئی کرسی۔

ماں ــ چلو صابرہ بیٹھ جاؤ (صابرہ ساس کے سہارے کار سے نکل کر کرسی پر کیلتے ہوئے بیٹھ جاتی ہے اور کرسی کے ذریعہ آپریشن تھیٹر میں صابرہ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ڈاکٹر شاہین اور ASSISTANTS بھی پہنچ کر اپنا کام شروع کر دیتے ہیں۔ اور سب لوگ باہر بیٹھ کر آنے والے مہمان کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ چند لمحوں میں نومولود کی چیخ سُنائی دیتی ہے۔ ڈاکٹر شاہین دروازے سے گردن باہر نکال کر اعلان کرتی ہے۔

ڈاکٹر شاہین ۔ لڑکا ہوا ہے ۔ اللہ مبارک کرے ۔ (پھر گردن اندر کر لیتی ہے) زچہ کو اور بچہ کو نہلا دھلا کر دواخانے کے روم میں منتقل کر دیا جاتا ہے ۔

سرفراز ۔ اماں پوتا مبارک ۔ اللہ نے آپ کو کھلونا دے دیا ہے ۔

ماں ۔ میرا ہی کھلونا نہیں ۔ تم لوگوں کا بھی کھلونا ہے ۔

(ایسی طربیہ موسیقی جو خوشی کا بھرپور اظہار کرے ۔)

مزید جہیز

راشد	ایک ریٹائیرڈ آفیسر
رضیہ	راشد کی بیوی
سعیدہ	رضیہ کی بیٹی
سکندر	سعیدہ کا شوہر گورنمنٹ سرونٹ

پہلا منظر

(صبح کے دس بجے ہیں۔ سعیدہ اپنے میکے پہنچ کر دروازے پر رنگ بجاتی ہے۔ رضیہ دروازہ کھولتی ہے۔)

رضیہ ــ او سعیدہ بیٹی ــ (خوش ہوکر) آؤ آؤ۔ تمھاری یاد بھی آرہی تھی۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔

سعیدہ ــ کیوں امّی (گھر میں داخل ہوکر ماں کے سینے لگ جاتی ہے)

رضیہ ــ تم کو آئے ہوئے عرصہ ہوگیا اس لیئے۔

سعیدہ ــ بابا کہاں ہیں۔

رضیہ ــ وہ دیکھو اخبار پڑھ رہے ہیں۔ (سعیدہ کا باپ صوفے کے

کرتے ہیں دھنسا اخبار پڑھنے میں مصروف ہے۔)

سعیدہ۔ (باپ کے قریب پہنچ کر) بابا ان دنوں ہم پریشان ہیں۔

راشد۔ کیا پریشانی ہے بیٹی۔

سعیدہ۔ میری ساس نے مجھے ڈھکیل کر بھیجا ہے یہاں کہ تمھارے بابا سے پریشانی دور ہو سکتی ہے۔

راشد۔ انشاء اللہ میں پریشانی دور کر دوں گا۔

سعیدہ۔ (قدرے رک کر) بابا۔ شاہدہ کو ایک پیام آیا ہے۔

راشد۔ یہ تو خوشخبری ہے بیٹا۔ اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔

سعیدہ۔ آپ سنئے تو سہی۔

راشد۔ اچھا بھئی سناؤ۔

سعیدہ۔ ممتاز احمد کرناٹک کے ایک زمیندار ہیں۔ ان کا بڑا لڑکا اعجاز احمد بی اے ہے۔ بڑے مالدار ہیں یہ لوگ۔ لڑکا اچھا ہے۔

راشد۔ تم لوگوں نے دیکھا ہے اس کو۔

سعیدہ۔ میں نے تو نہیں۔ البتہ سکندر دیکھ چکے ہیں۔ حالات دریافت کر چکے ہیں۔ یہ دیکھئے آپ بھی تصویر (ہینڈ بیگ سے تصویر نکالتی ہے) لیجئے۔

رضیہ۔ (ہاتھ بڑھا کر تصویر لے لیتی ہے) یہ بڑی بڑی آنکھیں ستواں ناک۔ پتلے پتلے سے ہونٹ۔ لیکن رنگ کیسا ہے۔

سعیدہ۔ گورا ہے۔

تو شاہدہ کا جوڑا ہے۔
لیکن . . . . . (رُک جاتی ہے)
لیکن کیا بیٹی۔ سناؤ بھی۔
۔ درمیان میں ایک مشاطہ ہے۔ بابا کہتی ہے کہ جوڑے
پاس ہزار۔ بیس تولے کے طلائی زیورات۔ ٹی۔ وی۔ اسکوٹر
روری سامان دینا ہوگا۔
سوچ کر) انہوں نے دیکھا ہے شاہدہ کو۔
ڑکا اور اُس کے والدین نے کالج میں دیکھا ہے اور پسند
ہیں۔

ہر
ہم سوچتے ہی رہ گئے کہ بات کو آگے بڑھائیں کہ نہ بڑھائیں.
یں۔
یوں کہ ہمارے پاس اتنا سرمایہ نہیں کہ سارے مطالبات
ا کر سکیں۔ اگر بابا ہماری مدد کریں تو کام بن سکتا ہے۔
با مدد کر سکتا ہوں۔
نہایت عاجزانہ لہجے میں) بابا۔ اگر آپ پچاس ہزار روپے
مارا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔
ا جہیزوں کا انتظام کہاں سے ہوگا۔
یورات میں اپنے دے دوں گی۔ ٹی۔ وی اور اسکوٹر بھی

گھر ہی کے ہیں۔ باقی چیزوں کا انتظام سکندر کر دیں گے۔
رضیہ۔ اتنا تو غور کرو بیٹی کہ تمھارا باپ ریٹائرڈ ہو چکا ہے۔ اب کیا ہے ہمارے پاس بیٹی۔؟
سعیدہ۔ سکندر کہہ رہے تھے کہ پرسوں ہی بابا کو چالیس ہزار جی۔پی۔ایف اور چھتیس ہزار گریجویٹی مل چکی ہے۔
راشد۔(سخت ناراض ہو کر) یہ ہمارے بڑھاپے کا سہارا ہے۔ اس سے تمھاری مدد کیسے کر سکتے ہیں۔ پھر ہم راست ذمہ دار بھی نہیں ہیں بیٹی۔ یہ کام تو تمھارے سسرال کا اپنا ہے۔ ہمیں کیوں گھسیٹ رہی ہو۔
سعیدہ۔ (سُنی اَن سنی کر کے) ہم کو تو اپنی شادی میں نہ کچھ جوڑے کی رقم ملی نہ گھوڑے کی۔ بس تھوڑا سا سامان دیا اور خدا حافظ کہہ دیا۔
راشد۔ اس وقت یہی رواج تھا بیٹی۔ ان دنوں نوجوان کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ جو بھی ملتا تھا یہ خوشی قبول کر لیتے تھے۔ اور شادی ہو جاتی تھی۔ اگر تمھارے شوہر نے کچھ نہیں لیا ہے تو کوئی احسان نہیں کیا ہم پر۔
سعیدہ۔ میں کب انکار کرتی ہوں بابا۔ آج سکندر صاحب کا یہ مطالبہ ہے کہ مزید جہیز کے طور پر انہیں پچاس ہزار روپے دیئے جائیں۔ اور یہ رقم ہم اپنے داماد کو جوڑے کی رقم کے طور پر دیں گے۔
راشد۔ تو مزید جہیز کا مطالبہ ہو رہا ہے ہم سے۔ اور وہ بھی شادی

کی اتنی مدّت کے بعد۔

سعیدہ۔ ہاں بابا۔ اور فوری چاہئیے ہیں۔

راشد۔ کہہ دو کہ ہم دینے والے نہیں ہیں پچاس ہزار۔ ہم کوئی ذمہ دار بھی نہیں ہیں۔

سعیدہ۔ پھر تو میں سُسرال نہیں جاؤں گی۔ میری ساس نے الٹی میٹم دیا ہے کہ پیسے لے کر آؤ ورنہ مت آؤ۔

راشد۔ اتنا بڑا ظلم ہو رہا ہے تم پر۔

سعیدہ۔ (روتی آواز میں) آپ ہی دیکھئے ہو رہا ہے۔

راشد۔ ہم تمہیں ساتھ لے کر جائیں گے اور سُسرال والوں کو سمجھا بجھا کر چھوڑ آئیں گے تمہیں۔

سعیدہ۔ آپ تو واپس آجائیں گے اور میں تنہا رہ جاؤں گی وہاں۔ میری ساس بڑی ظالم عورت ہے۔ رات میں بال پکڑ کر گھسیٹ لے جائے گی کمرے میں اور موسل سے پیٹے گی مجھے۔ میرے شوہر خاموش رہیں گے۔

راشد۔ اتنے ظالم ہو گئے وہ لوگ۔

سعیدہ۔ ہاں بابا۔ دنیا کو دیکھ کر دنیا کے جیسے ہو گئے۔ (رونے لگتی ہے۔) بابا مجھے اُن کے ظلم وستم سے بچا لیجئے۔

رضیہ۔ آگے بڑھ کر گلے لگا لیتی ہے۔ میری گلاب جیسی لڑکی پر کیا ظلم ٹوٹ پڑا ہے [illegible] میرے مالک اسے بچائیو۔ یا محبوب سبحانی

قطب ربانی ۔ اس کو اپنی پناہ میں لے لیجئے ۔
راشد ۔ سعیدہ ہم غریب ماں باپ پر ناحق ناروا ظلم ہے تمہاری سسرال کا۔
سعیدہ ۔ مجھے زبردستی ڈھکیل دیئے تو مجبوراً چلی آئی بابا ۔
راشد ۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں ۔ حل آسان ہے اس کا۔
سعیدہ ۔ وہ کیا ہے ۔
راشد ۔ بات چیت کو ختم کر دو ۔ خود یہ خود قصہ ختم ہو جائے گا ۔
سعیدہ ۔ وہ تو ٹھیک ہے بابا لیکن سب کو لڑکا اتنا پسند آیا ہے
کہ بات چیت ترک کرنا ہی نہیں چاہتے ۔ ایک کشمکش میں دن کٹ
رہے ہیں ۔ للہ دے دیجئے پچاس ہزار ۔ ورنہ چند دنوں میں خبر
آئے گی کہ آپ کی بیٹی دنیا سے چل بسی ہے ۔
رضیہ ۔ اے ہے ۔ خدا نہ کرے ۔ مریں تیرے دشمن ۔
سعیدہ ۔ تو پھر دے دیجئے نا پچاس ہزار روپے اور مجھے اس پھندے
سے چھڑا لیجئے ۔
رضیہ ۔ تو دے دو نا میرے سرتاج ۔ سعیدہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک
اور جگر کا ٹکڑا ہے ۔ کیا اس پر ایسا ظلم ہم دیکھ سکتے ہیں ۔
راشد ۔ (خوف زدہ ہو کر) یا اللہ کس آفت میں جان پھنس گئی ہے یا
میرے مالک تو آج مجھ کو دنیا سے اٹھا لے ۔
رضیہ ۔ یہ کیا کوس رہے ہو اپنے آپ کو ۔ مر کر بیٹی داماد کو وارث بنانے
سے تو بہتر ہے کہ زندگی میں دے دیں پچاس ہزار روپے ۔

کیا نواسی کی شادی دیکھنے کی آرزو نہیں ہے تم کو۔
ارشد۔ آرزو تو ہے لیکن ایسی شادی جو گھروں کو تباہ کر کے رچائی جاتی ہے۔ اس سے تو میں پناہ مانگتا ہوں۔
نعیمہ۔ یہ جان لو کہ آخر کو دینا ہی پڑے گا۔
سعیدہ۔ سسرال کے ظلم و ستم سہنے سے تو بہتر ہے کہ بہت سی نیند کی گولیاں کھا کر ہمیشہ کے لئے سو جاؤں۔
نعیمہ۔ نہیں بیٹی۔ ایسا کبھی مت سوچنا۔ میری لاڈلی۔ میری نازوں کی پلی آج مصیبت میں گھر گئی ہے۔ یا میرے اللہ اس کو کسی طرح اس جنجال سے نکال دو۔
سعیدہ۔ امی ذرا میں بچپن کی سہیلیوں میں ہنس بول کر آتی ہوں۔ دل کی بھڑاس تو نکل جائے گی۔
نعیمہ۔ جاؤ بیٹھو ہو آؤ سہیلیوں میں۔
سعیدہ۔ سکندر صاحب دفتر سے سیدھے اِدھر ہی آئیں گے۔
نعیمہ۔ اچھا جاؤ۔ ہم ہیں نا ان کے لئے۔
(سعیدہ اُٹھ کر پڑوس میں چلی جاتی ہے۔)
ارشد۔ مجھ کو تو یہ خدا کا عذاب معلوم ہوتا ہے۔ ہم بوڑھے ہو گئے کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ کبھی دل کھول کر خیرات ادا نہیں کی۔ یہ اس کا انجام معلوم ہوتا ہے کہ ایک دم اُگلنا پڑ رہا ہے۔
نعیمہ۔ زیادہ سوچ بچار بے فائدہ ہے۔ دے دو پچاس ہزار اور

چین سا سانس لو۔ بچی کو بھی سکوں مل جائے گا

راشد۔ تم چاہتی ہو کہ بچی کے سکون کے لئے ہم برباد ہو جا

رضیہ۔ ایسا مت سوچو جی۔ پیسہ ہاتھ کا میل ہے آتا ہے
ہمارے پاس بھی اللہ کسی اور طرف سے بھیج دے گا۔

راشد۔ (جل کر) ہاں چھپر پھاڑ کر دے گا۔

رضیہ۔ تم کو بیٹی سے زیادہ پیسہ پیارا ہے۔

راشد۔ اور تم کو پیسے سے زیادہ بیٹی پیاری ہے۔

رضیہ۔ ہاں ہاں ہے۔ تب ہی تو میں پیسے دینے کی وکالت

راشد۔ اور مجھے بیٹی سے محبت نہیں ہے۔ اسلئے تو میں پیسے د
انکار کر رہا ہوں۔

رضیہ۔ بس بس۔ جھگڑا بہت ہو چکا۔ شام میں سکندر آ
کے بعد آ رہا ہے۔ اچھی خاطر تواضع کرنی چاہیئے۔

راشد۔ اچھی خاطر تواضع سے ممکن ہے اس کا دل نرم پڑ جا

رضیہ۔ تو جائیے بازار سے کچھ سودا سلف لے آئیے۔

راشد۔ کیا لاؤں۔

رضیہ۔ بس اپنی اور اس کی مرضی دیکھ کر لے آئیے۔

راشد۔ میٹھے کے لئے بھی کچھ ہونا چاہیئے۔

رضیہ۔ کچھ فروٹس لا لیجئے۔ فروٹ سلاد بنا لیں گے۔

راشد۔ ٹھیک ہے (ہاتھ میں باسکٹ لئے چلا جاتا ہے۔)

(سعیدہ سہیلیوں سے ملاقات کے بعد گھر لوٹتی ہے تو وال کلاک شام کے چار بجاتا ہے۔)

رضیہ۔ بڑی دیر لگائی سعیدہ لوٹنے میں۔

سعیدہ۔ کیا کروں امی۔ جب باتوں سے جی بھر گیا تو آمنہ بضد ہو گئی کہ کھانا کھا کر جائیے۔ اور کھا کر لوٹنے میں یہ وقت ہو گیا۔

رضیہ۔ ہم لوگ تمھاری راہ تین بجے تک دیکھے اور تمھارے بابا بغیر کھائے ہی سودا سلف لانے کے لئے بازار چلے گئے۔

سعیدہ۔ کیا آپ بھی نہیں کھائیں۔

رضیہ۔ میں بھی نہیں کھائی بیٹا۔

سعیدہ۔ تو اب کھا لیجئے۔

رضیہ۔ اب نہیں کھاؤں گی۔ ذرا باورچی خانے تک چلو۔ کوئی دم میں تمھارے بابا سودا سلف لائیں گے۔ شام کا کھانا تیار کرنا ہے۔

(راشد ہاتھ میں بھری باسکٹ لئے داخل ہوتا ہے)

راشد۔ رضیہ ساری ضروری چیزیں لا لیا ہوں۔ یہ باسکٹ لے جاؤ اور پکوان شروع کرو۔

سعیدہ۔ لائیے۔ (ہاتھ بڑھا کر بھری ہوئی باسکٹ لے لیتی ہے) امی چلیئے۔ (دونوں باورچی خانہ کی طرف چلی جاتی ہیں)

(سکندر آفس سے سسرال لوٹتا ہے تو وال کلاک شب کے ساڑھے سات بجاتا ہے۔)

سکندر۔ السّلام علیکم۔
رضیہ و راشد۔ وعلیکم السّلام۔ آؤ آؤ۔
(سکندر آکر صوفے پر بیٹھ جاتا ہے)
رضیہ۔ بہت دنوں کے بعد لوٹے۔
سکندر۔ کیا کروں امّی۔ آفس کا کام اتنا بڑھ گیا ہے کہ فرصت ہی نہیں ملتی۔ سیدھے آفس سے آرہا ہوں۔
راشد۔ آفس کا کام بڑھ گیا ہے لیکن بے فیض۔
سکندر۔ آفیسرز چاہتے ہیں کہ اسٹاف مصروفیت رہے لیکن YIELD سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں۔
راشد۔ صحیح بات ہے۔
رضیہ۔ چلو میاں منہ ہاتھ دھولو۔ پہلے کھانا کھالیں۔
سکندر۔ مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے۔ آج دوپہر کا ٹفن ساتھ نہیں لے جاسکا۔ پہلے کھانا کھالوں گا پھر ایک خوشخبری سناؤں گا۔
راشد۔ ضرور سنیں گے۔
رضیہ۔ آؤ سعیدہ۔ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگادیں۔
سعیدہ۔ چلیئے امّی۔ (اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔)
(دونوں باورچی میں پہنچتی ہیں۔ رضیہ ایک ایک چیز نکالتی ہے اور سعیدہ ڈائننگ پر رکھتی جاتی ہے۔ آخر میں رضیہ اور سعیدہ دونوں ڈرائنگ روم میں پہنچتے ہیں)۔

رضیہ ۔ اُٹھو کھانا انتظار کر رہا ہے ۔
سعیدہ ۔ (شوہر سے) اُٹھیئے حضور ۔
راشد ۔ (اُٹھتا ہے) چلو ۔
(سب لوگ مُنہ ہاتھ دھو کر ٹیبل پر بیٹھ جاتے ہیں ۔)
سکندر ۔ یہ چکن ۔ یہ مٹن ۔ یہ ترکاریاں ۔ یہ میٹھا ۔ اتنی ساری چیزوں کی کیا ضرورت تھی امی ۔
رضیہ ۔ تم لوگ اتنے دنوں کے بعد آئے ہو ۔ میں نے کہا اچھی ضیافت ہونی چاہیئے ۔
سکندر ۔ اِس مہنگائی کے دور میں اتنے خرچے کی کیا ضرورت تھی ۔
رضیہ ۔ یہ ہماری خوشی ہے بیٹا ۔
سکندر ۔ آپ کی خوشی ہے تو ہمیں بھی منظور ہے ۔
رضیہ ۔ سکندر وہ چکن لے لو ۔
راشد ۔ یہ لو میں ہی ڈال دیتا ہوں ۔ (ڈال دیتا ہے)
سکندر ۔ بس بس بابا شکم سیر ہو چکا ۔
(کھانے کے بعد آکر صوفے پر بیٹھتے ہیں)
سکندر ۔ اتنا کھائے ہیں کہ طبیعت مست ہو چکی ہے ۔ اب تو نیند آرہی ہے ۔
(جماہی لیتا ہے)
سعیدہ ۔ مجھے بھی ۔ (دونوں صوفے پر لیٹ جاتے ہیں)
رضیہ ۔ ارے سو گئے دونوں ۔

راشد۔ (فکرمند لہجہ میں) وہی خوشخبری ہوگی۔

رضیہ۔ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔

راشد۔ لاؤ اخبار۔ نہ آج اخبار میں دل لگا نہ دوپہر میں کھانا نصیب ہوا۔ نہ سو سکے۔ ایک اضطراب میں دن کٹا۔

رضیہ۔ میں بھی بھوکی رہی۔ جاگتی رہی اور بے چین رہی۔ ذرا لیٹ جاتی ہوں۔ (لیٹ جاتی ہے)

سکندر۔ ارے میں تو سو ہی گیا۔ (اُٹھ کر جماہی لیتا ہے۔ سعیدہ کو اُٹھاتا ہے) اُٹھو سعیدہ اُٹھو۔ اصل بات تو کہنا ہے ہمیں۔

سعیدہ۔ امی جان نے ایسی چیزیں کھلا دیں کہ بس آنکھ ہی لگ گئی۔

سکندر۔ چلو اُٹھو مُنہ دھولیں۔

سعیدہ۔ چلیئے۔ (سکندر اور سعیدہ اُٹھ کر واش بیشن پر مُنہ دھوتے ہیں۔ تولیہ سے مُنہ پونچھتے ہیں اور آکر اطمینان سے بیٹھ جاتے ہیں۔

سکندر۔ شاہدہ کے پیام کی تفصیلات تو آپ لوگوں کو معلوم ہو چکی ہوں گی۔

رضیہ۔ سعیدہ کی زبانی معلوم ہوئیں۔ لڑکا کہیں ملازم بھی ہے۔

سکندر۔ ملازمت کی کیا ضرورت ہے اس کو۔ خود ان کے بہت سارے کاروبار ہیں۔

راشد۔ ٹھیک ہے۔

سکندر ۔ دراصل میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ صبح سعیدہ اِدھر آئی اور اُدھر لڑکے والے والد اور ماموں آن پہنچے اور کہا کہ کیا بات ہے آپ کی طرف سے کوئی جواب ہی نہیں ملا۔ میں نے کہا کہ آپ کے مطالبات کی تکمیل ہم سے نہیں ہو سکتی تھی ۔ اس لئے ہم خاموش رہ گئے۔

راشد ۔ اور کیا کہہ سکتے تھے ۔

سکندر ۔ لڑکے کے والد نے مسکرا کے کہا کہ ہم نے کوئی مطالبہ ہی نہیں کیا ہے ۔ میں نے کہا کہ آپ کی مشاطہ نے کہا ہے کہ ٹی ۔ وی ۔ اسکوٹر بیس تولے کے طلائی زیورات وغیرہ وغیرہ اور جوڑے کے پچاس ہزار دینے ہونگے ۔ تب لڑکے کے والد نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا کہ ہم قطعی لاعلم ہیں اس سے ۔ یہ ہماری بیگم اور مشاطہ کی باہمی سازش معلوم ہوتی ہے ۔ آپ نے لڑکی دی گویا لاکھوں کی رقم دی ۔۔۔ تو میں نے بے اختیار خوشی میں ہاں کر دی ۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے مشورے کے بغیر میں نے انہیں زبان دے دی ۔

راشد ۔ یہ تمھاری سعادتمندی ہے کہ تم نے ہمارے مشورے کو ضروری سمجھا ۔ تمھاری رضامندی ہماری رضامندی ہے ۔ اللہ مبارک کرے ۔ بہت اچھا پیام ہے ۔

سکندر ۔ تو میں نے مٹھائی منگائی اور بات پکی کر دی ۔ انھوں نے کہا کہ بچی کے امتحان کے بعد شادی ہوگی ۔ میں نے کہا انشاء اللہ ضرور ہوگی ۔

رضیہ۔ منگنی تو کر لینی چاہیئے تھی۔

سکندر۔ امی منگنی کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ رسم بھی فضول خرچی ہے۔
(بیگ کھول کر مٹھائی کا ڈبہ نکالتا ہے) یہ لیجئے مٹھائی کا ڈبہ۔
آپ لوگ بھی منہ میٹھا کر لیجئے۔ تو اب ہم چلتے ہیں۔ چلو سعیدہ۔

سعیدہ۔ چلیئے (اٹھ کھڑی ہوتی ہے)

سکندر و سعیدہ۔ خدا حافظ۔

راشد و رضیہ۔ خدا حافظ۔

(دونوں چلے جاتے ہیں ـــــــ لیکن راشد اور رضیہ ایک دوسرے کا
منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اور بے اختیار قہقہہ لگاتے ہیں)

راشد۔ (رک کر) کیا ہنگامہ مچا تھا صبح سے۔ (قہقہہ لگاتا ہے)

رضیہ۔ (رک کر) جان کے لالے پڑے تھے۔ (قہقہہ لگاتی ہے)

● ——————— ●

واپسی

عرفان	۳۶ سالہ دوبائی میں ملازم
آمنہ	عرفان کی بیوی
عالیہ	عرفان کی بیٹی
عمران	عرفان کا بیٹا
موتی لال	بزنس مین
ٹھاکر	عرفان کے دوست
سردار جی	عرفان کے دوست

پہلا منظر

(آمنہ، عمران اور عالیہ ورانڈے میں بیٹھے ہیں کہ کال بل بجتی ہے عمران دروازے کی جانب لپکتا ہے اور دوسرے منٹ واپس آتا ہے)

عمران ۔ امی۔ حمید صاحب آئے ہیں۔

آمنہ ۔ کون حمید صاحب!

عمران ۔ وہی بابا کے دوست۔ دوبائی سے آئے ہیں۔

آمنہ۔ ڈرائینگ روم میں بٹھاؤ۔ خاطر مدارات کرو۔

(عمران ڈرائینگ روم میں لپکتا ہے۔ دروازہ کھول کر حمید صاحب سے) آیئے تشریف لایئے۔ (حمید صاحب روم میں داخل ہوتے ہیں۔ اپنا ایئر بیگ ٹیبل پر رکھتے ہیں۔ صوفے پر بیٹھ کر جیب سے رومال نکال کر پسینہ پوچھتے ہیں اور عمران سے مخاطب ہوتے ہیں۔)

حمید۔ بابا ذرا پانی تو پلاؤ۔

عمران۔ ابھی لایا۔ (گھر میں داخل ہوتا ہے۔ فریج میں سے ٹھنڈے پانی کا جگ اور گلاس لاکر ٹیبل پر رکھ دیتا ہے پھر واپس چلا جاتا ہے۔ حمید جیب سے رومال نکال کر پسینہ پوچھتا ہے پھر جگ سے پانی انڈیل کر پیتا ہے۔ اور خالی گلاس ٹیبل پر رکھ دیتا ہے کہ عمران ہاتھ میں شربت کا گلاس لئے داخل ہوتا ہے۔ اور ٹیبل پر رکھ دیتا ہے۔

حمید۔ اچھا کیئے بابا۔ بڑی تشنگی تھی (گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ لیتا ہے) روح افزاء ہے۔

عمران۔ جی ہاں۔ بابا کو یہی پسند ہے۔

حمید۔ اچھا ہے۔ طبیعت فرحِ ہو جاتی ہے۔ (آہستہ آہستہ پینے لگتا ہے عمران پھر گھر میں چلا جاتا ہے۔ حمید شربت پینے کے بعد خالی گلاس ٹیبل پر رکھ دیتا ہے۔ عمران ڈرائینگ روم میں داخل ہوتا ہے۔

دوسرے لمحے آمنہ پردے کی اوٹ سے مخاطب ہوتی ہے۔

آمنہ۔ بھائی صاحب السّلام علیکم۔

حمید۔ وعلیکم السّلام۔ بھابی

آمنہ۔ حضور تو بخیریت ہیں

حمید۔ بخیر و عافیت ہیں۔ یہ اشیاء بھیجی ہیں۔ یہ خط ہے اس میں ڈرافٹ بھی ہے۔ یہ کپڑوں کا بنڈل ——

عمران یہ چیزیں اندر لے جاؤ۔ عمران خط اور کپڑوں کا بنڈل لے کر اندر داخل ہوتا ہے اور ماں کے حوالے کر دیتا ہے۔ آمنہ لفافہ چاک کرتی ہے۔ پانچ ہزار کا ڈرافٹ دیکھتی ہے پھر لفافہ میں رکھ دیتی ہے۔ بچوں کے خطوط نکال کر ان کے حوالہ کر دیتی ہے اور اپنا خط پڑھنے لگتی ہے۔

میری روح آمنہ!

تمھارا خط ملا۔ عید کے لئے پانچ ہزار کا ڈرافٹ اور کپڑے سید صاحب کے ذریعہ روانہ کر رہا ہوں۔ یہاں کام اتنا ہے کہ دم مارنے فرصت نہیں۔ شیخ نے سارے کاروبار میرے ہی ذمہ کر دیئے ہیں۔ تم اور بچے بے حد یاد آتے ہیں۔ لیکن مجبوری ہے کہ آ نہیں سکتا۔ انشاءاللہ عید کے موقع پر ضرور گھر میں رہوں گا۔ تم بچی کا زیور تو بنا رہی ہوگی۔

تمھارا

عرفان

(پھر عالیہ کا خط لے کر پڑھتی ہے)

نورِ نظر عالیہ!

تمھاری یاد تو بے حد آتی ہے۔ اس خبر سے غیر معمولی مسرت ہوئی کہ تم نے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ میں داخلہ لے لیا ہے۔ عالی! تم نے خاندان کا نام روشن کر دیا۔ اللہ تمہیں دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔

تمھارا بابا

عرفان

(آمنہ پھر عمران کا خط لے کر پڑھتی ہے)

لختِ جگر عمران!

تمھاری یاد تو بے حد آئی ہے۔ اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ تم نے M.P.C. میں داخلہ لیا ہے۔ محنت سے پڑھو۔ ضرورت پڑے تو ٹیوشن بھی رکھ لو۔ تمھارا بابا

عرفان

عالیہ۔ امی یہ دیکھئے کپڑے۔ یہ آپ کی ساڑیاں یہ مرا۔۔۔۔۔

آمنہ۔ (بات کاٹ کر) لے جاؤ انہیں الماری میں رکھ دو۔ ان کے بغیر ان چیزوں میں کوئی کشش نہیں میرے لئے۔

عالیہ۔ اچھا۔ (کہہ کر کمرے میں چلی جاتی ہے۔)

آمنہ۔ (مکرر ڈرائینگ روم کے پردے کے پاس آکر) میرے سرتاج اس عید پر بھی گھر نہیں آرہے ہیں۔

ٗمید۔ بھابی چند ماہ اور صبر کر لیجئے۔ پھر عرفان گھر ہی رہیں گے۔
منہ۔ گزشتہ عیدوں میں بھی نہیں آئے۔
مید۔ انہوں نے بہت کوشش کی چھٹی لینے کی لیکن شیخ نے اجازت نہیں دی۔ شیخ کو بڑا بھروسہ ہو گیا ہے عرفان صاحب پر۔
منہ۔ آگ لگے ایسے بھروسہ پر۔ موا گوند بن کر چمٹ گیا ہے۔
مید۔ بھابی آپ کے اور بچوں کے مستقبل کے لئے تو یہ اچھا ہے۔ عرفان بھائی کو پردیس میں زیادہ پیسے کمانے کا موقع ملے گا۔
منہ۔ آگ لگے ایسے پیسوں کو جو میاں بیوی میں خلیج حائل کر دے۔
مید۔ معلوم ہوتا ہے آپ کے اور عرفان صاحب کے خیالات میں بڑا فرق ہے۔
منہ۔ اب فرق پیدا ہو گیا ہے۔ ان سے کہیئے کہ اب ہم ان کے بغیر تنہا نہیں رہ سکتے۔
مید۔ ضرور کہہ دوں گا۔
ران۔ (داخل ہوتا ہے) چاچا آپ تو ہر سال گھر آتے ہیں بابا کیوں نہیں آسکتے۔؟
مید۔ بیٹے میں سرکاری ملازم ہوں۔ مجھے ہر سال بیتالیس دن کی چھٹی ملتی ہے آجاتا ہوں۔ تمھارے بابا خانگی ملازم ہیں۔ انہیں دو سال میں ایک بار چھٹی ملتی ہے۔ وہ دو سال میں ایک بار گھر آتے ہیں۔

عمران ۔ کاش بابا بھی سرکاری ملازم ہوتے ۔
حمید ۔ تمہارے بابا کی تنخواہ تو بہت زیادہ ہے ۔
عمران ۔ تنخواہ کم ہوتی اور بابا ہر سال گھر آتے تو اچھا تھا ۔
آمنہ ۔ ہاں بھائی ۔ وہ ہر سال گھر آتے تو اچھا تھا ۔ دو دو سال کی جدائی تو ہمارے لئے عذاب بن جاتی ہے ۔
حمید ۔ بھابی آپ کو صبر کرنا چاہیئے ۔
آمنہ ۔ اب صبر نہیں ہوتا بھیّا ۔ ان سے کہہ دو کہ فوراً ہی آجائیں ۔
حمید ۔ کہہ دوں گا ۔ اجازت دیجئے ۔
آمنہ ۔ دوپہر کا کھانا کھا کر جائیے ۔
حمید ۔ مجھے چھٹی دیجئے ۔ میں اطمینان سے کھا کر آیا ہوں کہ دوپہر میں بھوک نہ لگے ۔ ابھی بہت سارے خطوط تقسیم کرنے ہیں ۔
عمران (مسکرا کر) چاچا آپ تو پوسٹ مین کا کام بہت اچھا کر سکتے ہیں ۔
حمید ۔ (مسکرا کر) بہت ہی اچھا ۔ ــــــ تو بھابی چلتا ہوں ۔ خدا حافظ ۔
آمنہ ۔ خدا حافظ بھائی ۔

(حمید ایئر بیگ لئے اٹھتا ہے ۔)

عمران ۔ چاچا خدا حافظ ۔
حمید ۔ خدا حافظ ۔

(چلا جاتا ہے ۔ عمران دروازہ بند کر کے گھر میں چلا جاتا ہے)

دوسرا منظر

(آمنہ اور عالیہ مصلے پر بیٹھی نظر آتی ہیں۔ دوسرے لمحے دست بہ دعا ہو جاتی ہیں۔)

آمنہ۔ یا اللہ میرے سرتاج عید کے موقع پر گھر آجائیں۔ ان کی جدائی ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہو جائے کہ وہ گھر آکر پھر واپس نہ جا سکیں۔

(دونوں دعا ختم کر کے مصلّے سے اُٹھتی ہیں اور مصلہ تہہ کر کے اوپر رکھ دیتی ہیں)

عالیہ۔ امی میں نے دعا کی ہے کہ پاپا عید کے موقع پر ضرور گھر آجائیں۔

آمنہ۔ اچھا کیا بیٹی (اپنے آپ سے) دنیا یہی سمجھتی ہے کہ میں بے حد خوش ہوں۔ میرے میاں باہر ہیں۔ ہزاروں روپئے کما رہے ہیں یہ نہیں جانتے ہیں کہ ہم پر کیا گذر رہی ہے۔ نہ یہاں مجھے سکون ہے نہ وہاں انہیں۔ میاں بیوی کا رشتہ ایک ساتھ رہنے کا ہے خلیجی ممالک کی نوکریوں نے میاں بیوی کو جدا کر دیا ہے۔ یہ زندگی ایک عذاب معلوم ہوتی ہے ___ عالیہ عید چند دن رہ گئی ہے کپڑے نہیں سیو گی۔

عالیہ۔ دل کپڑے سینے پر راغب نہیں ہے امّی۔ پرانے کپڑے پہن کر عید منائینگے

آمنہ ۔ ٹھیک ہے بیٹا۔ جیسی تمھاری مرضی ۔
عمران ۔ میرے کپڑے بھی گھر میں پڑے ہیں امّی ۔ میں بھی عید نہیں منا رہا ہوں ۔
آمنہ ۔ اگر تمھارے بابا آجاتے تو سب کے دل خوشی سے کِھل جاتے۔
عالیہ ۔ بابا کو کیا مجبوری ہے کون جانے ۔
آمنہ ۔ وہ بھی بے چین ہوں گے وہاں ۔
عالیہ ۔ بالکل ۔

تیسرا منظر

(عالیہ اور آمنہ ورانڈے میں بیٹھے ہیں کہ فون کی گھنٹی بجتی ہے)
آمنہ ۔ (ریسیور اُٹھا کر) ہلو کہاں سے ۔ میں آمنہ بول رہی ہوں ۔
عرفان ۔ (جواباً آواز آتی ہے) میں عرفان ہوں۔ بمبئی سے بول رہا ہوں۔
آمنہ ۔ ارے ۔ !آپ آگئے انڈیا ۔ یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے ۔
عرفان ۔ تمھاری اور بچوں کی کشش کھینچ لائی مجھے ۔
آمنہ ۔ میں دعا بھی کر رہی تھی ۔ اللہ نے میری دعا سُن لی ۔
عرفان ۔ ایسا ہی سمجھو ۔ سب خیریت سے تو ہیں ۔
آمنہ ۔ خیریت سے ہیں لیکن آپ کے بغیر بڑی بے چینی تھی گھر میں ۔
عالیہ آرہی ہے بات کیجیے ۔ عالیہ دوڑو تمھارے بابا کا فون ہے ۔

یہ ریسیور لو بات کرو۔

عالیہ ۔ پاپا آداب عرض۔ میں عالیہ بول رہی ہوں۔

عرفان ۔ جگ جگ جیئو۔ خیریت سے تو ہو ۔ عمران کہاں ہے۔

عالیہ ۔ سب خیریت سے ہیں۔ عمران باہر گیا ہے ۔

عرفان ۔ میں ابھی ابھی بمبئی آیا ہوں ۔ کل دوپہر کی فلائٹ سے حیدرآباد
آجاؤں گا۔

عالیہ ۔ اچھا ۔

عرفان ۔ کل دن کے ایک بجے تک عمران کو طیران گاہ بھیج دو۔ چاہو تو تم
اور تمھاری ماں بھی آسکتی ہیں۔

عالیہ ۔ اچھا پاپا امی سے کہئے ۔ (ریسیور آمنہ کو دیتی ہے۔)

آمنہ ۔ ہلو ۔

عرفان ۔ ہاں ہاں بولو ۔

آمنہ ۔ جی چاہتا ہے کہ اُڑکر تمھارے پاس پہنچ جاؤں ۔

عرفان ۔ اب اُڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی تمھارے پاس اُڑکر آرہا ہوں
کل دوپہر تک عمران کو طیران گاہ بھیج دینا ۔

آمنہ ۔ ہاں ہاں سُن لی ہوں ۔ مشیخ نے چھٹی دی ۔

عرفان ۔ پورا چھٹی لے کر آیا ہوں ۔

آمنہ ۔ دو برس کی بیقراری کو قرار آہی گیا
دل کچھ اس صورت سے تڑپا تم کو پیار آہی گیا

عرفان ۔ خوب ترمیم کی ہو شعر میں

آمنہ ۔ تمہاری جدائی نے شاعر بنا دیا ہے مجھے ۔

عرفان ۔ گھر آکر تمہاری نظمیں سنوں گا ۔ اور کچھ ۔

آمنہ ۔ کچھ نہیں ۔ جی چاہتا ہے تمہاری باتیں سنتی رہوں ۔

عرفان ۔ گھر پہ جی بھر کر سننا ۔ خدا حافظ ۔

آمنہ ۔ خدا حافظ (ریسیور رکھ دیتی ہے)

عالیہ ۔ امی ۔ گھر کے در و دیوار پر رونق چھا گئی ہے ۔

آمنہ ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ذرّہ ذرّہ بول رہا ہے ۔

عالیہ ۔ دل بول نہیں رہا ہے بلکہ ناچ بھی رہا ہے ۔

(بے اختیاری میں ناچنے اور گانے لگتی ہے)

ہمرے پاپا آ رہے ہیں
اچھے پاپا آ رہے ہیں
خوشیوں کی برساتیں ہونگی
دیکھو بادل چھا رہے ہیں

آمنہ ۔ (رقص میں شریک ہوتے ہوئے)

آؤ بچوں خوشی منائیں
خوشیوں کے دن آ رہے ہیں

عالیہ ۔ آؤ امی خوشی منائیں
خوشیوں کے دن آ رہے ہیں

آمنہ ۔ سونا چاندی ہیرے جواہر
سب کو تحفے لا رہے ہیں
گھر کے مالک آ رہے ہیں
میرے آقا آ رہے ہیں

عمران ۔ (گھر میں داخل ہو کر) ارے کیا ہوا تم لوگوں کو ۔ خوشی میں ناچ رہی ہیں ۔

عالیہ ۔ بابا آ رہے ہیں ۔

عمران ۔ کیسے معلوم ہوا ۔

عالیہ ۔ ابھی ابھی بمبئی سے فون آیا تھا ۔ آمی اور میں نے بات کی ۔ تم ہوتے تو تم بھی بات کرتے ۔

عمران ۔ کونسی فلائٹ سے آ رہے ہیں ۔

عالیہ ۔ کل دوپہر کی فلائٹ سے ۔

عمران ۔ آہا ۔ آہا ۔ وہ کیا گا رہی تھیں تم ۔
ہمارے بابا آ رہے ہیں
اچھے بابا آ رہے ہیں

عمران ۔ (گانے اور ناچ میں شریک ہو جاتا ہے ۔)
ہمارے بابا آ رہے ہیں
اچھے بابا آ رہے ہیں

آمنہ ۔ بس بھی کرو ۔

عمران ۔ کیا خوشی کا اظہار بھی نہیں کرنا امی ۔
آمنہ ۔ ہو گیا نا خوشی کا اظہار ۔ اب کام بھی بہت ہے ۔ گھر کی صفائی ہونا ہے ۔ وائٹ واشں کروانا ہے ۔
عمران ۔ امی فکر مت کرو ۔ میں ابھی چار چھ مزدوروں کو بلا کر لاتا ہوں ۔ آپ بات کر لیجئے ان سے ۔
آمنہ ۔ صبح دس بجے تک بہت سا کام ہونا ہے ۔
عمران ۔ امیّ ۔ سب ہو جائے گا ۔ آپ فکر نہ کریں ۔ میں اپنے چند دوستوں کو پکڑ کر لاؤں گا ۔
آمنہ ۔ پھر جاؤ ۔
عمران ۔ ہمرے بابا آرہے ہیں اچھے بابا آرہے ہیں ۔ گنگناتے ہوئے چلا جاتا ہے ۔

چوتھا منظر

(ورانڈے میں آمنہ، عالیہ، عمران بیٹھے ہوئے ہیں)
عمران ۔ کیوں امی ! اب تو ہو گیا نہ پورا کام ۔ آپ پریشان ہو رہی تھیں ۔
آمنہ ۔ تمھاری کوشش سے سارا کام بخوبی انجام پایا ۔
عمران ۔ میری کوشش کیا ۔ آپ کا پیسہ خرچ ہوا ۔ ہم سب نے محنت کی

سارا کام ہو گیا۔

آمنہ۔ ہاں بیٹے اللہ کا شکر ہے۔

عالیہ۔ عمران یہ خوش آمدید کا کپڑا دروازے پر آویزاں کر دو۔

عمران۔ لائیے آپا۔ (کپڑا لے کر باہر چلا جاتا ہے۔)

آمنہ۔ (عمران پلٹ کر آتا ہے) سیڑھی لے جاؤ۔ باریک کیلے لے جاؤ۔ موٹے کاغذ کے ٹکڑے لے جاؤ۔

عمران۔ ہاں ہاں امّی۔ سب لے جا رہا ہوں۔ (چلا جاتا ہے)

آمنہ۔ عالیہ۔ میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ کچھ اچھا پکوان ہونا چاہیئے۔ تیرے بابا کے لئے۔

عالیہ۔ امی میں اچھا ہی پکوان کر رہی ہوں۔ بابا کو پسند آجائے گا۔

آمنہ۔ عمران۔

عمران۔ جی امی۔

آمنہ۔ بارہ بج گئے ابھی کار نہیں آئی۔

عمران۔ امی ٹھیک ایک بجے تک آجائے گی۔

آمنہ۔ کچھ بعیانہ دیا ہے۔؟

عمران۔ کریم بھائی کی کار ہے۔ بعیانہ دینے کی ضرورت نہیں۔

آمنہ۔ کیا کرایہ دیں گے۔؟

عمران۔ سو روپے دیں گے۔

آمنہ۔ اب کیسا نظر آرہا ہے اپنا گھر۔؟

عمران۔ صاف ستھرا نظر آرہا ہے۔
آمنہ۔ ڈرائینگ روم کیسا سجا ہے۔
عمران۔ بہترین۔
(اتنے میں کار کے دروازے پر رکنے کی آواز آتی ہے)
آمنہ۔ عمران۔ یہ لو ریزگاری کی تھیلی۔ اس میں دو روپے۔ ایک روپیہ۔
آٹھ آنے اور چار آنے کے سکے ہیں۔ جب وہ طیران گاہ سے نکل
کر سکار میں بیٹھیں تو ان کے ہاتھ میں دے دینا کہ غریبوں میں تقسیم
کرتے چلیں۔
عمران۔ اچھا امی۔
آمنہ۔ چلو روانہ ہو۔
عمران۔ آپ نہیں چلیں گی؟
آمنہ۔ نہیں۔
عمران۔ آپا۔
آمنہ۔ وہ بھی نہیں۔ ہم دونوں گھر پر انتظار کریں گے۔
(کار روانہ ہوتی ہے)

پانچواں منظر

(کار طیران گاہ پہنچ کر عرفان اور سامان کو لے کر پھر گھر واپس ہوتی ہے)

جیسے ہی کار رکتی ہے، عرفان ائیر بیگ کاندھے سے لگائے گھر میں داخل ہوتا ہے۔ پھر عمران اور ڈرائیور بقیہ سامان لئے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ سامان رکھ کر باہر نکلتے ہیں۔ عمران گھر میں داخل ہوتا ہے۔ عرفان دروازے میں کھڑا ہوتا ہے۔ عالیہ پاپا کہہ کر اس کے قریب آکر سر سینے سے لگا دیتی ہے۔ عرفان ہاتھ سے اس کا سر سہلاتا ہے۔)

آمنہ ۔ چلو تم بھی آجاؤ ۔ آؤ آؤ ۔

آمنہ ۔ (آمنہ اس کے قریب آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ عرفان آمنہ کا سر بھی سہلاتا ہے۔)

عالیہ ۔ پاپا آپ کی یاد بے حد آرہی تھی۔

عرفان ۔ آمنہ کیا تم کو بھی یاد آرہی تھی۔

آمنہ ۔ یہ بات اپنے دل سے پوچھو۔

عمران ۔ پاپا میرے تو خوابوں میں بھی آرہے تھے آپ۔

عرفان ۔ اچھا چلو آگیا ہوں نا اب تو۔ بیٹھ کر بات چیت کریں گے۔

(سب پاس پڑے ہوئے صوفہ سٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔)

عالیہ ۔ پاپا آپ پہلے کھانا کھالیں۔

آمنہ ۔ آج ساری چیزیں عالیہ کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہیں۔

عرفان ۔ کیا ماما کو نکال دیا تم نے۔

آمنہ ۔ جب ماما کو معلوم ہوا کہ آپ نہیں آرہے ہیں۔ ہم لوگ عید نہیں منا رہے

ہیں تو چار دن کی چھٹی لے کر گھر چلی گئی۔

عرفان۔ اچھا تو یہاں تک نوبت آگئی تھی۔

عالیہ۔ سچ بابا ہم عید نہیں منا رہے تھے۔

عرفان۔ میں آگیا۔ اب تو سارے گلے شکوے مٹ گئے نا۔!

آمنہ۔ مٹ گئے۔

عالیہ۔ عمران میں ایک ایک چیز نکال کر دیتی جاتی ہوں۔ تم ٹیبل پر جاتے جاؤ۔

عمران۔ چلئے آپا (چلو دونوں باورچی خانے میں چلے جاتے ہیں)

(عالیہ ایک ایک چیز نکال کر دیتی جاتی ہے اور عمران لاکر ٹیبل پر جماتا جاتا ہے۔ آمنہ اور عرفان بھی ہاتھ دھوکر ٹیبل پر بیٹھ جاتے ہیں۔)

عرفان۔ آج دو سال کے بعد گھر کا کھانا مل رہا ہے۔

آمنہ۔ آپ کا ٹسٹ بدل چکا ہوگا۔

عرفان۔ تھوڑا سا۔

(ساری چیزیں ٹیبل پر رکھنے کے بعد عالیہ اور عمران بھی عرفان کے بازو بیٹھ جاتے ہیں۔ آمنہ سامنے بیٹھ جاتی ہے۔)

عرفان۔ یہ چکن۔ یہ مٹن۔ یہ شامی۔ یہ قیمہ۔ یہ پراٹھے۔ یہ چاول۔ یہ میٹھا۔ خاصا اہتمام ہوگیا ہے میرے لئے۔ کیا یہ ساری چیزیں عالیہ کی بنائی ہوئی ہیں۔

آمنہ۔ بالکل۔

عرفان۔ چلو شروع کرو۔ بسم اللہ (نوالہ چاب کر) اب تو سارا پکوان آگیا

ہے عالیہ کو ۔ کیا بریانی بھی پکانا سیکھ گئی ہے ۔

عالیہ ۔ بابا آپ کو بریانی بھی پکا کر کھلاؤں گی ۔

عرفان ۔ اب تو باورچی کی ضرورت نہیں رہی ہم کو ۔

عالیہ ۔ بڑے پکوان کے لئے باورچی کی ضرورت ہے بابا ۔ یہ آپ نے نہیں کہا کہ پکی کیسی ہیں سب چیزیں ۔

عرفان ۔ بھئی گوشت تو بے حد لذیز تلا گیا ہے ۔ پراٹھے بھی نرم ریشم جیسے ہیں ۔ اسی طرح اور چیزیں بھی ہوں گی ۔

آمنہ ۔ اس بات سے خوشی ہے کہ عالیہ کو پکوان تو آگیا ۔ ورنہ گئے سو گھر میں اس کو شرمندگی ہوتی ۔

عرفان ۔ یقیناً ۔

آمنہ ۔ اگر میرا خاندان موجود ہو تو گھر کی ہر چیز اچھی لگتی ہے ۔ آج دیکھو کتنا خوشگوار ماحول ہے ۔

عرفان ۔ میں بھی بڑی بے چینی محسوس کرتا تھا وہاں ۔ لیکن ۔ ۔ ۔

آمنہ ۔ لیکن کیا ۔ ۔ ۔ ؟

عرفان ۔ انسان کی ضرورت بڑھتی جا رہی ہے ۔ آج کا انسان روزگار کی تلاش میں دور دور نکل جاتا ہے ۔ آج کی دنیا خاندان کو بھی تقسیم کر چکی ہے ۔ بیٹا کہیں ۔ بیٹی کہیں ۔ ماں کہیں ۔ باپ کہیں ہے آج ۔

آمنہ ۔ اس لئے ہر طرف انتشار پھیلا ہوا ہے ۔ ہر شخص تنہائی سے پریشان

ہے۔ غرض کسی کو سکون نہیں۔ وہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

زندگی کے بیاباں میں کوئی نہ تھا
میری تنہائی خاموش ڈستی گئی

عرفان۔ واہ خوب شعر یاد رکھتی ہو تم بھی۔

آمنہ۔ اپنے حال کے مطابق شعر یاد ہو جاتے ہیں۔

عرفان۔ تم تو وطن میں ہو۔ بچے ساتھ ہیں۔ ہر طرح کا آرام میسّر ہے۔ اور کیا چاہیئے تمہیں۔

آمنہ۔ زندگی میں سب سے بڑا ساتھ جیون ساتھی کا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا کی طرف سے جوڑے بنائے گئے ہیں۔ جب میرا جیون ساتھی ہی مجھ سے جدا رہے گا تو میرے لئے نہ ڈستی تنہائی رہے گی۔

عالیہ۔ بابا۔ ہم لوگ بھی تنہائی محسوس کر رہے تھے۔

عمران۔ میں تو بابا پکارنے کے لئے ترس گیا تھا۔

عرفان۔ اب تو میں آگیا ہوں نا! روزآنہ خوب باتیں ہوں گی۔ چلو اُٹھو۔ میں تو ضرورت سے زیادہ کھالیا ہوں۔

(سب لوگ ڈائننگ ٹیبل سے اُٹھتے ہیں۔ عرفان ہاتھ دھونے چلا جاتا ہے۔ آمنہ جھوٹے برتن اکٹھے کرتی ہے۔ عالیہ اور عمران برتن لے کر باورچی خانے کی طرف جاتے ہیں۔ عرفان تولیہ سے ہاتھ پونچھتا ہوا آتا ہے۔ اور تولیہ اسٹانڈ پر ڈال کر پلنگ پر لیٹ جاتا ہے۔ جب آمنہ۔ عالیہ اور عمران ہاتھ دھوکر لوٹتے ہیں تو دیکھتے ہیں

کہ عرفان کی آنکھیں بند ہیں۔
آمنہ ۔ چلو بچو آؤ۔ ہم بھی کچھ دیر کے لئے سو کر اُٹھیں گے۔
(تینوں اپنے بڈ روم میں چلے جاتے ہیں)
(ٹھیک ساڑھے چار بجے عرفان کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اُٹھ کر منہ ہاتھ دھوتا ہے۔ تولیہ سے منہ پوچھتا ہے۔ صوفہ پر بیٹھ کر تازہ اخبار دیکھتا ہے کہ آمنہ داخل ہوتی ہے اس کے پیچھے عمران اور عمران کے پیچھے عالیہ ٹرے میں چار کپ چائے لئے داخل ہوتی ہے۔ عرفان اخبار یا زو رکھ دیتا ہے۔ آمنہ سب کو چائے سرو کرتی ہے۔)
عرفان ۔ (چائے کی چسکی لے کر) تم لوگ بڑے پنکچویل ہو گئے ہو۔
عالیہ ۔ بے حد پنکچویل۔ لوگ ہمیں دیکھ کر اپنی گھڑیاں ملاتے ہیں پاپا۔
عرفان ۔ اچھا (ہنستا ہے) بڑی خوشی ہوئی اس خبر سے۔
آمنہ ۔ آپ کی ہدایات پر پورا عمل کر رہے ہیں۔
عرفان ۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میری غیر حاضری میں بھی میری ہدایات چل رہی ہیں یہاں۔
آمنہ ۔ کیوں نہ چلیں گی بچے کافی سمجھدار ہو گئے ہیں۔ اور بڑے بھی۔
عرفان ۔ اچھا عالی ۔ تم کو ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ کے سالِ اول میں کوئی مشکل تو نہیں ہو رہی ہے۔
عالیہ ۔ نہیں پاپا ۔ میرا دل لگ رہا ہے۔ یہ تو میرا پسندیدہ سبجکٹ ہے۔

عرفان ۔ بڑی خوشی کی بات ہے ۔ عمران تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے
اپنی تعلیم میں ۔

عمران ۔ بابا میں ٹیوشن پڑھ رہا ہوں ۔

عرفان ۔ اس بات سے اطمینان ہے کہ بچوں کی تعلیم ٹھیک چل رہی ہے

عالیہ ۔ بتائیے نا کیا کیا لائے ہیں ہمارے لئے ۔

عمران ۔ بہت سی چیزیں لائے ہوں گے بابا ۔

عرفان ۔ ابھی نہیں ۔ رات کے کھانے کے بعد ۔ ابھی کوئی آ گیا تو کچھ چیزیں
اُس کی بھی نذر کرنی پڑیں گی ۔

آمنہ ۔ ایسی بھی بے صبری کیا ہے ۔ ٹھہر جاؤ تین چار گھنٹے اور ۔

عالیہ ۔ اچھا امی ۔

عرفان ۔ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب میں تو سب خیریت
سے ہیں ۔

آمنہ ۔ اللہ کا فضل ہے ۔ سب لوگ بخیر و عافیت ہیں ۔

(عمران چائے پی کر اخبار اُٹھا کر دیکھنے لگتا ہے ۔ پیالیاں
ٹرے میں رکھ کر ٹرے لئے عالیہ چلی جاتی ہے ۔ عالیہ کے
پیچھے عمران بھی چلا جاتا ہے ۔ آپ اخبار دیکھئے میں ابھی آتی ہوں ۔
آمنہ بھی چلی جاتی ہے ۔ اور عرفان اخبار کے مطالعہ میں محو ہو جاتا
ہے ۔)

(رات کے کھانے کے بعد سب لوگ پرائیوٹ روم میں بیٹھے بات چیت

کررہے ہیں کہ وال کلاک ٹن ٹن رات کے دس بجاتا ہے۔)

عالیہ ۔ بابا۔ اب تو بتائیے نا۔ کیا کیا لائے ہیں ہمارے لئے۔ اب تو سونے کا وقت ہو رہا ہے۔

عرفان ۔ ادھر لاؤ میرا ELEPHANT BAIG (عالیہ اور عمران ملکر چلاتے ہوئے لاکر عرفان کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ (کنجی سے بیگ کھلتا ہے) (زائد کپڑے باہر نکل پڑتے ہیں)

عالیہ ۔ اوہو لیا لب بھرا ہوا ہے۔

عرفان ۔ کپڑے وغیرہ تم لوگ بعد میں دیکھ لینا۔ جو ضروری چیزیں تم لوگوں کے لئے ہیں وہ پہلے دیتا ہوں۔

عالیہ ۔ اچھی بات ہے۔ (بیگ کے سامنے سے ہٹ جاتی ہے)

عرفان ۔ (ہاتھ ڈال کر کپڑوں کے نیچے سے دو کیمرے نکالتا ہے) یہ لو عالیہ تمھارے لئے۔ یہ عمران تمھارے لئے۔

عالیہ ۔ بہت اچھا کیے آپ کیمرے لے آئے۔ فوٹو گرافی میری ہابی ہے۔

عمران ۔ میری بھی۔

عرفان ۔ (بیگ سے نکال کر) یہ لو عمران یہ ائیر گن۔ تمھارے لئے۔ احتیاط سے چلانا۔ کہاں چلاؤ گے۔

عمران ۔ اپنے گاؤں میں۔ تالاب کے کنارے۔ تیتروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے ہیں۔ اور ایک دو شکار کر لیا کروں گا۔

عرفان ۔ ابھی شکار وکار مت کرنا۔ دیوار پر نشانہ لگا کر مشق کیا کرو۔

عمران ۔ اچھا ۔
عرفان ۔ یہ لو SEWING MOTOR اب تمہیں مشین پیر سے چلانے کی
ضرورت نہیں رہے گی ۔
عالیہ ۔ اس کی تو شدید ضرورت تھی مجھے ۔
عرفان ۔ عالیہ یہ لو نئے ڈزائن کی رسٹ واچ ۔
عالیہ ۔ (دیکھ کر) یہ تو بے حد خوبصورت ہے پاپا ۔
عرفان ۔ تمھارے لئے بھی ریسٹ واچ ۔
عمران ۔ یہ تو نئے ڈزائن کی ہے پاپا ۔
عرفان ۔ یہ لو آمنہ ۔ تمھارے لئے عینک کا فریم ۔ رولڈ گولڈ کا ہے ۔
آمنہ ۔ یہ تو بیحد خوبصورت ہے ۔
عرفان ۔ (آمنہ) جماہی لیتا ہے ۔ آمنہ میں بہت تھک گیا ہوں ۔ باقی چیزیں
تم لوگ دیکھ لو ۔ میں جاکر سو جاتا ہوں ۔ (اپنے روم کی طرف چلا
جاتا ہے ۔)
آمنہ ۔ عالیہ یہ تمام چیزیں بیگ میں ہی ڈال دو ۔ ہم لوگ بھی بہت
تھکے ہوئے ہیں ۔ اطمینان سے دیکھیں گے ۔
عالیہ اور عمران ۔ } اچھا امی ۔ (دونوں ملکر سب چیزیں بیگ میں ڈال کر
مقفل کرتے ہیں ۔ اندر کے روم میں لے جاکر بیگ رکھ دیتے
ہیں اور لائٹ آف کر کے تینوں اپنے اپنے پلنگ پر سو جاتے ہیں)

چھٹا منظر

(آمنہ علی الصبح اُٹھ کر باتھ روم میں پہنچ کر حمام کرتی ہے۔ بکیٹ میں پانی بھر کر حمام میں رکھ دیتی ہے۔ کپڑے پہن کر بال پوچھتے ہوئے باہر نکلتی ہے۔ الکٹرک مشین سے بال سکھا کر عرفان کے کمرے میں پہنچتی ہے۔ اس کو سوتا ہوا پاکر مصلیٰ بچھا کر دو رکعت نماز فرض قضاء پڑھتی ہے۔ پھر بیٹھ کر تلاوتِ قرآن کرتی ہے۔ ایک سورہ پڑھ کر اُٹھتی ہے کہ "آمنہ" عرفان کے پکارنے کی آواز آتی ہے۔)

آمنہ۔ آرہی ہوں (قریب پہنچ کر) نیند آئی رات میں۔

عرفان۔ بڑے سکون کی نیند آئی۔ کپڑے وغیرہ حمام میں رکھ دو (اُٹھ کر چلا جاتا ہے۔)

(آمنہ لنگی، بنیان، کرتہ، تولیہ الماری میں سے نکال کر، حمام میں رکھ کر باورچی خانے میں پہنچتی ہے) ــــ عالیہ روٹی کے ساتھ انڈے تل دو اور دودھ گرم کر کے رکھ دو۔

عالیہ۔ اچھا امی۔

(آمنہ کمرے اور دالان میں جھاڑو دیتی ہے پھر ہاتھ منہ دھو کر واپس ہوتی ہے کہ عرفان باتھ روم سے نہا کر سر پوچھتے ہوئے باہر نکلتا ہے۔ اور کمرے میں آکر بیٹھ جاتا ہے۔)

عالیہ۔ (دور کی آواز) امی ناشتہ تیار ہو گیا۔ عمران کو بھیجو۔
آمنہ۔ جاؤ عمران۔ تم اور عالیہ ملکر ناشتہ لے آؤ (عمران چلا جاتا ہے)

(آمنہ اور عرفان آمنے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ عالیہ اور عمران ناشتہ میز پر جما دیتے ہیں اور آکر ہاتھ دھو کر عمران عرفان کے بازو بیٹھ جاتا ہے عالیہ آمنہ کے بازو۔ سب لوگ خاموش ناشتہ کر کے اٹھ جاتے ہیں۔ عالیہ اور عمران برتن واپس لے جاتے ہیں۔ عمران واپس آکر ڈرائینگ روم میں بیٹھ جاتا ہے۔ دوسرے منٹ عالیہ ٹرے میں چار کپ چائے لئے آتی ہے۔ ٹرے میز پر رکھتی ہے۔ آمنہ سب کو چائے سرو کرتی ہے۔ چائے نوشی کے بعد عالیہ کپس ٹرے میں رکھ کر واپس جاتی ہے اور لوٹ آتی ہے۔ آمنہ کے بازو بیٹھ جاتی ہے۔

عرفان۔ تعلیم کے علاوہ بھی تم لوگ کچھ سیکھ رہے ہو۔
عالیہ۔ میں ماسٹر کو رکھ کر تمام زنانی سیون سیکھ گئی ہوں۔
عرفان۔ کاٹ بھی۔
عالیہ۔ کاٹ بھی۔
آمنہ۔ میں جو بلوز پہن کر بیٹھی ہوں یہ عالیہ کے ہی ہاتھ کا سیا ہوا ہے۔
عرفان۔ عمران تم کیا سیکھ رہے ہو۔
عمران۔ ٹی۔ وی۔ میکانزم سیکھ رہا ہوں۔

رفان ۔ ٹھیک ہے۔
الیہ ۔ امی بھی کچھ نہ کچھ کرتی رہتی ہیں۔ آپ آئیے میرے ساتھ۔
رفان ۔ چلو۔
(عرفان اور عالیہ آگے آگے۔ آمنہ اور عمران پیچھے پیچھے جاتے ہیں
بڑے کمرے میں پہنچتے ہیں جہاں مختلف کھلونے بنانے کا سامان
پڑا ہوا ہے۔)
رفان ۔ یہ تو کھلونوں کی دوکان معلوم ہو رہی ہے۔ آمنہ تم یہ کام
بھی شروع کر دی ہو۔
منہ ۔ (مسکرا کر) بچے کالج چلے جاتے ہیں۔ ماما اپنے کام میں مصروف
رہتی ہے۔ میرا جی نہیں لگتا تھا تو میں نے ایک سہیلی کے مشورے
سے یہ کام شروع کیا۔
رفان ۔ تمھاری ٹیچر کون تھی۔
منہ ۔ وہی سہیلی۔
رفان ۔ کتنا سرمایہ لگا۔
منہ ۔ دو تین ہزار روپے لگے ہونگے۔
رفان ۔ کچھ فائدہ بھی ہے۔
منہ ۔ فی گڑیا چار تا دس روپئے فائدہ ملتا ہے۔ اور کسی روز
دس بارہ گڑیا بھی بک جاتی ہیں۔
رفان ۔ واہ یہ تو بڑی اچھی انڈسٹری ہے تمھاری۔

(ایک ایک گڑیا۔ خرگوش۔ ہرن کو دیکھتا جاتا ہے اور خوش ہوتا جاتا ہے۔)

کیا نفاست ہے۔ کیا ہنر مندی ہے۔ بھئی مبارک تم نے اچھا کام شروع کیا ہے۔ ہم محکمۂ صنعت و حرفت سے امداد حاصل کر سکتے ہیں بینکس سے لون لے سکتے ہیں۔

آمنہ۔ بینک سے لون کی ضرورت نہیں۔

عرفان۔ کیوں۔

آمنہ۔ ابھی بتلاتی ہوں۔ (الماری کھول کر بنک کی پاس بک نکالتی ہے)
آپ مجھے ہر ماہ نو ہزار روپے بھیج رہے ہیں نا۔

عرفان۔ بھیج رہا ہوں۔

آمنہ۔ میں صرف چار ہزار خرچ کر رہی ہوں اور پانچ ہزار جمع کر رہی ہوں۔ یہ دیکھئے پاس بک۔

عرفان۔ اس میں تو دو لاکھ دس ہزار روپئے بنک بیالینس موجود ہے اس رقم سے ہم بڑے پیمانہ پہ انڈسٹری قائم کر سکتے ہیں۔ کتنی فرض شناس ہو تم۔ میرے خاندان کی خدمت کے لئے۔ خداوند کریم تمھاری عمر میں اضافہ کرے۔

آمنہ۔ یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ باہر نہ جائیں۔ میں اب تنہا نہیں رہ سکتی

عرفان۔ یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔

آمنہ۔ میرے دل کی بات زبان پہ آہی گئی۔

عرفان۔ ذرا سوچنے کا تو موقع دو۔
آمنہ۔ تو خوب سوچ لو۔

ساتواں منظر

صبح نمودار ہوتی ہے۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ سے گھر کے لوگ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ آمنہ اور عالیہ باورچی خانہ کی راہ لیتی ہیں۔ عرفان اور عمران نہا دھو کر ہلکا پھلکا ناشتہ کر کے آنکھوں میں سرمہ لگا کر۔ کپڑوں پر عطر مل کر اسکوٹر پر عیدگاہ روانہ ہوتے ہیں۔

ڈرائنگ روم کو پارٹیشن لگا کر دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک حصّہ میں چھوٹا سا ڈائننگ ٹیبل ڈال کر چھ کرسیاں بچھا دی گئی ہیں۔ عود بتیاں جلا دی گئی ہیں۔ دوسرے حصّہ میں صوفہ سٹ ڈال دیا گیا ہے۔

عیدگاہ سے نماز پڑھ کر رشتہ داروں اور دوست احباب سے مل کر گھر پہنچنے تک دن کے بارہ بجتے ہیں۔ گھر میں افرادِ خاندان و ملاقاتیوں سے عید ملنے تک ایک بجتا ہے۔ عرفان اور عمران محلہ کی بڑی مسجد میں جا کر ظہر کی نماز ادا کرتے ہیں اور تمام دوست احباب سے عید کی ملاقاتیں کر کے گھر واپس ہوتے ہیں۔ تمام افرادِ خاندان آپس میں عید ملتے ہیں۔ عرفان اور عمران بھوک کی خواہش نہ ہونے پر بغیر کھائے ہی سو جاتے ہیں۔

گھر میں خاصی چہل پہل ہے۔ رشتہ دار اور دوست احباب آجا رہے ہیں۔ عرفان کی آمد نے گھر کی خوشی میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ گھر کا ہر شخص خوشی میں پھولا نہیں سما رہا ہے۔ ہر آنے والے کی خاطر خواہ مدارات کی جا رہی ہے۔ ہندو مسلم خواتین اور بچوں کا ملا جلا منظر مشترکہ تہذیب کا سماں دکھلا رہا ہے۔ ڈرائینگ روم پر کال بل بجتی ہے۔ عمران دروازہ کھولتا ہے۔ سردار جی اور ٹھاکر صاحب سے عید ملتا ہے اور دونوں کو ڈرائینگ روم میں بٹھا کر گھر میں داخل ہوتا ہے۔

عمران ۔ بابا۔ سردار جی اور ٹھاکر صاحب آئے ہیں۔

عرفان ۔ اچھا ابھی آیا۔ (آمنہ سے) بھئی دیکھو۔ شیر خورمہ اور سیویاں بادام پستہ ڈال کر بھیجو

عالیہ ۔ اچھا بابا۔

عرفان ۔ عطر وغیرہ ہے نا وہاں۔

آمنہ ۔ وہیں ہے۔

عرفان ۔ (عرفان پردہ اٹھا کر دیوان خانے میں داخل ہوتا ہے۔ سردار جی اور ٹھاکر صاحب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔) آداب عرض۔

(سردار جی اور ٹھاکر) آداب عرض۔ آداب عرض سردار جی۔ آگے بڑھتے ہوئے بھیا عید مبارک۔

عرفان ۔ تمہیں بھی مبارک۔

(سردار جی عید مِل کر ہٹتا ہے اور ٹھاکر آگے بڑھتا ہے۔

ٹھاکر۔ بھیا عید مبارک۔

عرفان۔ یار تم کو سلامت (سب بیٹھ جاتے ہیں)

ٹھاکر۔ یار تمھاری صورت تو دو سال میں ایک بار نظر آتی ہے۔

عرفان۔ کیا کروں۔ نوکری ہی ایسی ہے۔

سردار جی۔ خیریت سے تو ہونا۔

عرفان۔ بالکل خیریت سے ہوں۔ آپ لوگ میری صحت دیکھ کر میری خیریت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

سردار جی۔ یار تم دو سال تک گھر سے جُدا بھی رہتے ہو۔ صحت مند بھی رہتے ہو؟ عجیب بات ہے۔

ٹھاکر۔ یہ پیسے کی خوشی ہے۔ جیسے جیسے پیسہ ملتا جاتا ہے خوشی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

عرفان۔ یہی حال ہے بھائی۔

(اتنے میں عمران شیر خورمے کی ٹرے لئے داخل ہوتا ہے ٹیبل پر رکھتا ہے)

عمران۔ آپ لوگ پارٹیشن میں آجائیں۔

عرفان۔ (اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) اُٹھو یار۔

(سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور پارٹیشن میں جاکر بیٹھ جاتے ہیں۔ کیس لاکر ہر ایک کے سامنے ایک ایک کپ اور چمچہ رکھ دیتا ہے)

عرفان۔ چلو یار شروع کرو۔

ٹھاکر ۔ تم ساتھ نہیں دوگے ۔
عرفان ۔ میں حلق تک کھا پی چکا ہوں ۔ مجھے معاف کر دیار ۔ (دونوں کھانے لگتے ہیں ۔)
سردارجی ۔ پستہ بادام کا مزہ تو بس تمھارے یہاں ہی آتا ہے ۔
ٹھاکر ۔ یہ خلیج کے پستے بادام ہیں ۔ کیسے مزہ نہیں آئے گا ۔
سردارجی ۔ یار آتے آتے تھوڑے ہمارے لئے لائے ہوتے ۔
عرفان ۔ بھئی گرما گرمی میں تم لوگوں کا خیال نہیں رہا ۔ انشاء اللہ اب کی بار ضرور لے آؤں گا ۔
ٹھاکر ۔ میں نے سُنا ہے کہ آجکل خلیجی ممالک کے حالات ٹھیک نہیں ہیں ۔ کئی لوگ واپس ہو رہے ہیں ۔
عرفان ۔ سچ سُنا ہے ۔ ایران عراق جنگ نے کئی ممالک کو متاثر کیا ہے ۔ اپنے پلانس ادھورے چھوڑ کر غیر ملکیوں کو واپس کر رہے ہیں ۔
سردارجی ۔ تمھاری واپسی کے بھی امکانات ہوں گے ۔
عرفان ۔ ہیں ۔ لیکن جو ٹیکنیکل ہینڈس ہیں اب بھی ان کی قدر ہے ۔
ٹھاکر ۔ وہاں کے لوگ ٹرینڈ ہو جائیں گے تو یہ قدر بھی جاتی رہے گی ۔
عرفان ۔ سچ کہہ رہے ہو ۔
ٹھاکر ۔ بھارت بھی صنعت و حرفت میں کافی ترقی کر چکا ہے ۔
سردارجی ۔ بزنس مین کو بھی بینکس قرض دے رہے ہیں ۔ تم بھی کوئی بزنس اسٹارٹ کر سکتے ہو ۔ چاہو تو میری طرح آٹو پارٹس کی دوکان ہی

کھول لو۔

عرفان۔ اچھا بھئی سوچوں گا۔ پہلے تم اچھی طرح شیر خورمہ تو پیو۔ یہ لو۔
(چمچے سے دونوں کے کپس بھر دیتا ہے۔)

ٹھاکر۔ میں میٹھا شوق سے تو کھاتا ہوں۔ لیکن یہ اتنا میٹھا ہے کہ زبان پھر جا رہی ہے۔

عرفان۔ ...... میں کچھ اعتراض نہیں سننا چاہتا۔ دونوں کو چاہیئے کہ کیس ختم کر دیں۔

سردار جی۔ اچھا بھئی ختم کر دیں گے لیکن دھیرے دھیرے۔

آٹھواں منظر

(دن کے دو بج چکے ہیں۔ عرفان ڈرائینگ روم میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا ہے کہ کسی نو وارد کی آواز اس کو چونکا دیتی ہے۔ نظر اُٹھا کر دیکھتا ہے۔

موتی لال۔ منشی جی اچھے تو ہو۔

عرفان۔ آپ۔ آیئے تشریف رکھیئے۔

موتی لال۔ (اندر داخل ہو کر) عید کی ملاقات کے لئے آیا ہوں۔

عرفان۔ (جھک کر ہاتھ بڑھاتا ہے۔)

موتی لال۔ آؤ گلے ملو۔ (دونوں گلے ملتے ہیں) عید مبارک ہو۔

عرفان۔ آپ کو بھی سلامت۔ بہت بہت شکریہ سیٹھ جی۔ آپ نے غریب

کے گھر آنے کی زحمت کی۔
موتی لال۔ (بیٹھ کر) کسی کو چھوٹا۔ کسی کو بڑا۔ کسی کو ہندو۔ کسی کو مسلمان۔ یہ ہمارے تمھارے بنائے ہوئے اُصول ہیں۔ بھگوان نے تو سب کو انسان کی شکل میں پیدا کیا ہے۔
عرفان۔ کیا پتے کی بات کہی سیٹھ جی آپ نے۔
موتی لال۔ جب انسان کو تجربات ہوتے ہیں تو سچی باتیں اس کے دل سے نکلتی ہیں۔
عرفان۔ میرے بارے میں بھی آپ کے خیالات میں تبدیلی ہوئی یا نہیں۔
موتی لال۔ اس لئے تو آیا ہوں کہ تمھارے دل کا بوجھ ہلکا کر دوں۔ میرے دونوں بھائیوں نے مجھے سبز باغ دکھایا اور تمھارے خلاف ان کی شکایات کو میں نے سچ سمجھا اور تم پر جھوٹے الزامات لگا دیئے۔ اور تم نوکری چھوڑ کر چلے گئے۔
عرفان۔ خیر سیٹھ جی جانے دیجئے۔ گئی گزری باتوں میں کیا رکھا ہے۔
موتی لال۔ مجھے تمھارا دل صاف کرنا ہے۔
عرفان۔ آپ آگئے میرا دل صاف ہو گیا۔
موتی لال۔ شروع سے ہی تم نے میرے پاس بڑی لگن اور محنت سے کام کیا۔ آج مجھے تمھارا زمانہ رہ رہ کر یاد آتا ہے۔
عرفان۔ سیٹھ جی۔ میں خوش ہو گیا کہ آپ کی غلط فہمیاں دور ہو گئیں۔
(اتنے میں عمران ٹرے میں شیر خورمہ اور گلاس میں پانی لئے داخل

ہوتا ہے۔ اور ڈرائینگ ٹیبل پر رکھ دیتا ہے۔

عمران ۔ آداب سیٹھ جی۔

موتی لال۔ آداب آداب ۔ اِدھر آؤ۔ (ہاتھ بڑھاتا ہے) عید مبارک۔

عمران ۔ (جھک کر بیٹھ میں سر دیتا ہے ۔) آپ کو بھی سلامت سیٹھ جی۔

موتی لال ۔ تمھارے ماں بہن خیریت سے ہیں۔

عمران ۔ خیریت سے ہیں۔ آپ کو آداب کہہ رہی ہیں ۔

موتی لال ۔ آداب آداب۔

عرفان ۔ آئیے سیٹھ جی مُنہ میٹھا کرلیں۔

موتی لال ۔ گلاس اور کپس .....

عرفان ۔ سمجھ گیا۔ (سیٹھ کے سامنے واشنگ بیسن پر صابن سے دھو کر رکھتا ہے) آئیے ۔

موتی لال ۔ اُٹھ کر ڈائننگ ٹیبل کے پاس بیٹھ جاتا ہے ۔

عرفان ۔ (شیر خورمہ چمچہ سے کپ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے ۔)

موتی لال ۔ عمران میں خود لے لیتا ہوں ۔ (عرفان رُک جاتا ہے ۔) موتی لال چمچے سے تھوڑا سا شیر خورمہ اپنی کپ میں ڈالتا ہے لیکن عرفان کا کپ بھر دیتا ہے۔)

عرفان ۔ سیٹھ جی ۔ آپ بالکل تھوڑا سا لیئے ۔

موتی لال ۔ مجھے شکر کی بیماری ہوگئی ہے۔ اوشا اور اس کی ماں تو مجھ پر کڑی نگرانی رکھتی ہے۔ (چمچے سے شیر خورمہ پینے لگتا ہے ۔ شیر خورمہ تو بڑے

مزے کا ہے۔ بادام پستے خوب ڈالتے ہیں۔
عرفان ۔ شکریہ ۔ آپ کو پسند آیا ۔ ماں جی اور اوشا رانی تو خیریت سے ہیں۔
موتی لال ۔ بھگوان کی کرپا ہے ۔ کبھی کبھی تم کو یاد کرتی ہیں ۔
عرفان ۔ آؤں گا ایک دن ۔ اوشا رانی تو بڑی ہو گئی ہوں گی ۔
موتی لال ۔ بڑی ہو گئی ۔
عرفان ۔ شادی کی بات چیت چل رہی ہو گی ۔
موتی لال ۔ پیام ہیں لیکن میں کسی اچھے لڑکے کی تلاش میں ہوں ۔ لڑکا
ملتے ہی شادی کر کے گنگا نہا لوں گا ۔
عرفان ۔ ٹھیک سوچا آپ نے ۔
(شیر خورمہ پینے کے بعد دونوں واش بیسن پر منہ ہاتھ دھوتے ہیں۔
آکر دوسرے ٹیبل پر بیٹھ جاتے ہیں ۔ پان کھاتے ہیں۔)
عرفان ۔ سیٹھ جی ۔ عطر لیجیئے ۔
موتی لال ۔ (عطر کی شیشی لے کر کپڑوں پر ملتا ہے ۔ رومال کو لگاتا ہے۔
ہاتھ کو لگا کر سونگھتا ہے ۔) تمھارے پاس کا عطر تو قدیم معلوم ہوتا ہے
عرفان ۔ یہ قدیم عطر حنا ہے ۔
موتی لال ۔ ہو گا ۔
عرفان ۔ اب تو آپ کے کاروبار اور بھی بڑھ گئے ہونگے ۔
موتی لال ۔ کاروبار تو بڑھ گئے ہیں لیکن میں گھاٹے میں ہوں ۔
عرفان ۔ وہ کیسے ۔

موتی لال ۔ پہلے تو میرے بھائی تمہاری شکایتیں کر کے تمہارا پتّہ کاٹ دیئے
اس کے بعد کاروبار کو بڑھا دیئے ۔ اور کئی باتیں مجھ سے چھپا کر آپ
ہی آپ ہزاروں کمانے لگے ۔
عرفان ۔ لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا ۔
موتی لال ۔ دونوں میں حصّہ رسی میں اَن بن ہو گئی اور چھوٹے نے بھانڈا پھوڑ
دیا ۔ یہی نہیں سارا حساب بھی اُلٹ پلٹ دیا ۔ انکم ٹیکس والوں
نے غلطیاں پکڑ کر بڑھا چڑھا کر انکم ٹیکس عائد کر دیا ۔ تنگ آ کر
میں نے کاروبار سے دونوں کو الگ کر دیا ۔
عرفان ۔ پھر اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنے میں آپ کو بڑی مشکل ہو رہی ہوگی
موتی لال ۔ مشکل کیا ۔ مجھ سے کاروبار سنبھل نہیں رہے ہیں ۔
عرفان ۔ پھر کیا سوچا آپ نے ۔
موتی لال ۔ (مسکرا کر) میں پھر تمہیں رکھنا چاہتا ہوں ۔
عرفان ۔ مجھے ۔ آپ کانوں کے کچے ہیں ۔ رکھیں گے اور پھر نکال دیں گے ۔
پھر میں کہیں کا نہیں رہوں گا ۔
موتی لال ۔ اب ایسا نہیں ہوگا ۔ میں بچہ نہیں ہوں ۔ ہو گئی غلطی ایک بار ۔
کبھی نہیں ہوگی ۔
عرفان ۔ سیٹھ جی ۔ مجھ جمے جمائے آدمی کو مت اُکھاڑیئے ۔ میں آپ کے لئے
ایک اچھے آدمی کا انتظام کر دیتا ہوں ۔
موتی لال ۔ نہیں عرفان میرے مَن کو شانتی نہیں ہوگی ۔ میں بوڑھا ہو چکا ہوں

سارے کاروبار دیکھ نہیں سکتا۔ تم رہو گے تو مجھے کوئی چنتا نہیں رہے گی۔

عرفان۔ سیٹھ جی۔ اتنا جلد میں "ہاں" نہیں کہہ سکتا۔ مجھے سوچنے کا موقع دیجئے۔ آج عید کا پہلا دن تھا۔ پھر میں دو سال کے بعد گھر لوٹا ہوں۔ دو تین روز تک تو دوستوں اور رشتہ داروں کا تانتا رہے گا۔ میں چار پانچ روز کے بعد آپ کو جواب دوں گا۔

موتی لال۔ میں چار پانچ روز اور انتظار کر سکتا ہوں لیکن جواب "نہ" میں نہیں ہونا چاہیے۔

عرفان۔ سیٹھ جی۔ میں اب کچھ نہیں کہہ سکتا۔ قطعی جواب چار پانچ روز کے بعد ہی دوں گا۔

موتی لال۔ میں تم سے آشا رکھتا ہوں کہ نراش نہیں کرو گے۔ چلتا ہوں۔ پانچ روز کے بعد پھر آؤں گا۔

عرفان۔ آئیے گھر آپ کا ہے۔

موتی لال۔ اچھا۔ (چلا جاتا ہے)

عرفان۔ (دروازہ بند کرتا ہوا، کچھ سوچتا ہوا گھر میں داخل ہوتا ہے۔) "آمنہ"

آمنہ۔ کیا ہے۔ کچھ سوچ میں ہو۔

عرفان۔ وہ اپنا پرانا سیٹھ ہے نا موتی لال۔

آمنہ۔ ہاں ہاں۔ میں آواز سنی تھی اس کی۔ کیسے آنا ہوا۔

عرفان۔ عید ملنے کا تو ایک بہانا تھا۔ دراصل وہ پھر مجھے نوکر رکھنا چاہتا ہے۔

سنہ ۔ یہ تو اچھی بات ہے ۔ ہو جاؤ ۔ ہمیں سکون تو مل جائے گا۔

رفان ۔ پہلے کی طرح پھر نکال دیا تو ۔۔۔ ؟

سنہ ۔ یہ ڈر تو ہے۔ ایسا کرو ۔ وکیل سے مشورہ کر کے ملازمت کا اگریمنٹ تیار کر لو۔

فِسان ۔ وہ تو کر لوں گا لیکن تنخواہ کیا دے گا ۔ کاروبار کتنے بڑھ گئے ہیں۔ کچھ تو معلومات ہونی چاہیئے۔

سنہ ۔ معلومات تو کر لینا چاہیئے تھا ۔ اتنی دیر تک کیا باتیں ہوتی رہیں۔

یسان ۔ میرا اس کے پاس ملازمت ہی کرنے کا ارادہ نہیں ہے تو میں یہ سب کیوں پوچھوں گا۔

سنہ ۔ کل صبح الطاف بھائی آ رہے ہیں عید ملنے کے لئے، اچھے ایڈووکیٹ ہیں ۔ ان سے مشورہ کر کے تیار کر لو ۔

یسان ۔ تم تو نوکر ہو جانے کے لئے ہی کہہ رہی ہو ۔

سنہ ۔ میں اور بچے اب جدائی برداشت نہیں کر سکتے ۔ میں نے اور بچوں نے لرز لرز اللہ کی جناب میں دعائیں مانگی تھیں کہ تم گھر آ کر واپس نہ جا سکو ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں قبول کر لیں ۔ اگر وہ ماہانہ چھ ہزار بھی دے تو راضی ہو جاؤ ۔ گھر کا سکون بہت قیمتی چیز ہوتا ہے ۔

یسان ۔ تم مجھے اب دوبائی نہیں جانے دو گی ۔

سنہ ۔ نہیں کسی قیمت پر نہیں ۔

عرفان ۔ خیر یہ بتاؤ کون کون عید ملنے آیا تھا ۔ اچھی خاطر تواضع ہوئی
کہ نہیں ۔

آمنہ ۔ میری اور عالیہ کی سہیلیاں ۔ پڑوسی عورتیں آئی تھیں ۔ خوب جی
بہلا ۔ ان کی اچھی خاطر تواضع ہوئی ۔ آج واقعی عید کا دن محسوس ہوا
۔ کل بھی آپ کو گھر پہ ٹھیرنا ہوگا ۔ کل تو سارے رشتہ دار عید
ملنے آئیں گے ۔

عرفان ۔ اچھا بھئی اور ایک دن ٹھیر جاؤں گا ۔

آمنہ ۔ شکریہ ۔

نواں منظر

(پانچویں روز عرفان ڈرائینگ روم میں بیٹھا اخبار دیکھ رہا ہے ۔ موتی لال
کی کار کا ہارن اس کو چونکا دیتا ہے ۔)

عرفان ۔ (اٹھ کر دروازے تک آتا ہے) آداب عرض ۔ آئیے آئیے سیٹھ جی ۔
پدھاریئے ۔

موتی لال ۔ آداب (ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر) کیا سوچا تم نے ۔

عرفان ۔ نہ صرف میں آپ کا پرانا نمک خوار ہوں بلکہ میرے والد بھی آپ
کے پتا جی کے نمک خوار تھے ۔ آپ کی بات کیسے ٹال سکتا ہوں ۔

موتی لال ۔ مجھے آشا تھی کہ تم انکار نہیں کروگے ۔

عرفان ۔ سیٹھ جی ۔ یہ تو بتائیے کہ کاروبار کتنے بڑھ گئے ہیں ۔
موتی لال ۔ وہی پانچ کپڑے کی دوکانیں ہیں ۔ پانچ سینما ہوز ہیں ۔ چھ کنٹرکٹس ہیں ۔ کچھ اکسپورٹ امپورٹ کا کاروبار ہے ۔ اور چار ٹیکسی کابر ہیں ۔ وہی پرانی زراعت ہے ۔
عرفان ۔ کاروبار بڑھ گئے ہیں ۔ آپ ہی کہیئے ماہانہ کیا تنخواہ دیں گے ۔
موتی لال ۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں وہاں کیا تنخواہ ملتی تھی ۔
عرفان ۔ وہاں بارہ ہزار سکۂ ہند ملتے تھے ۔
موتی لال ۔ تمہارے کھانے پینے اور آمد و رفت کا خرچہ بھی تو ہوتا ہوگا ۔
عرفان ۔ کھانے پینے کا خرچہ تو ہوتا تھا لیکن آمد و رفت کا خرچہ شیخ سے ملتا تھا ۔
موتی لال ۔ خیر عرفان ۔ مجھ سے ماہانہ پانچ ہزار لے لو ۔
عرفان ۔ سیٹھ جی ۔ یہ تو بہت کم ہے ۔
موتی لال ۔ پھر کیا چاہتے ہو تم ۔
عرفان ۔ ماہانہ سات ہزار روپیئے دے دیا کیجئے ۔
موتی لال ۔ خیر عرفان ۔ چھ ہزار لے لو ۔ زیادہ تکرار مت کرو ۔ جب کاروبار سنبھل جائیں گے تو میں اور کچھ بڑھا دوں گا ۔
عرفان ۔ پہلے کی طرح ایک کار تو دینا ہوگا ۔ اور ایک اسٹینو گرافر ۔
موتی لال ۔ وہ تو دوں گا ہی ۔
عرفان ۔ سالانہ ایک تنخواہ بونس ۔

موتی لال ۔ اچھا بابا دوں گا۔
عرفان ۔ .T. A اور بھتہ ۔
موتی لال ۔ ایکویل دوں گا۔
عرفان ۔ ابھی آیا سیٹھ جی ۔ (عرفان گھر میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے منٹ ایک ٹائپ شدہ کاغذ ہاتھ میں لئے ڈرائینگ روم میں لوٹ آتا ہے ۔ (مسکراتے ہوئے) یہ اگریمنٹ سیٹھ جی ۔
موتی لال ۔ (پڑھ کر) یہ تو تمھارے سالے الطاف احمد کا لکھا ہوا ہے ۔
عرفان ۔ جی ہاں ۔
موتی لال ۔ کوئی چیز ادھوری نہیں چھوڑی ہے ایڈوکیٹ نے ۔ تمھاری پوری پوری حفاظت ہے ۔
عرفان ۔ آپ کا بھی کوئی نقصان نہیں ۔
(اتنے میں ٹھاکر صاحب اور سردار جی داخل ہوتے ہیں ۔)
سردار جی ۔ آداب عرض ۔
ٹھاکر ۔ نمستے ۔
عرفان اور موتی لال ۔ (اٹھ کر) نمستے نمستے ۔
موتی لال ۔ اچھا ہی ہوا آپ لوگ آ گئے ۔ ٹھیک وقت پر پہنچے ۔
ٹھاکر ۔ کیا ہماری ضرورت تھی ۔
موتی لال ۔ بالکل ۔
عرفان ۔ ہاں بھئی ۔ تمہیں بطور گواہ دستخط کرنے ہیں ۔

عرفان ۔ پہلے میں دستخط کر دیتا ہوں (ضروری چیزیں اگریمنٹ پر لکھ کر دونوں کاپیز پر دستخط کر دیتا ہے ۔ یہ لیجئے سیٹھ جی آپ بھی دستخط کر دیجئے ۔)

موتی لال ۔ لائیے ۔ (اگریمنٹ کی دونوں کاپیز پر دستخط کر دیتا ہے) یہ لیجئے سردار جی آپ دستخط کر دیجئے ۔

سردار جی ۔ میرا ایک مشورہ ہے ۔ اگر تم مان لو بہتر رہے گا ۔

عرفان ۔ کہئے ۔

سردار جی ۔ موتی لال جی اپنی غلطی محسوس کر کے صفائی کے لئے تمھارے پاس آئے ہیں ۔ اگر تم کھلے دل سے اُن کی بات مان لو تو وہ بے حد خوش ہو جائیں گے ۔

عرفان ۔ یعنی ؟

سردار ۔ یعنی یہ کہ اگر تم اس وقت کسی اگریمنٹ کے بغیر ان کی بات مان لو تو اس کا اثر اُن کے دل پر گہرا پڑے گا ۔ اور وہ تم کو دل سے چاہیں گے ۔

عرفان ۔ واہ سردار جی ۔ کیا پتے کی بات کہی آپ نے ۔ یہ اگریمنٹ تو مجھے اپنی بیوی کے مشورہ سے تکمیل کرانا پڑا ۔ ورنہ میں اس کا مخالف تھا ۔ لائیے اگریمنٹ ۔

(اگریمنٹ لے کے چاک کر کے ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیتا ہے ۔

موتی لال ۔ عرفان تم میرے بیٹے کے برابر ہو ۔ تم نے میرے دل کا میل دھو

دیا آج ۔ میں رام کسم تم کو اپنا بیٹا ہی سمجھوں گا ۔ اور نہ کبھی تم
پر شک نہیں کروں گا ۔

عرفان ۔ شکریہ سیٹھ جی ۔

(ٹھاکر اور سردار جی اُٹھتے ہیں) مبارک عرفان بھیا ۔ مبارک
سیٹھ جی ۔ اب ہم چلتے ہیں ۔

عرفان ۔ اچھا (دونوں رخصت ہو جاتے ہیں)

آمنہ ۔ (دروازے کے پردے کے پاس آکر) سیٹھ جی آپ کی پریشانی
دیکھ کر عرفان صاحب راضی ہو گئے ۔ اگر آپ پہلے کی طرح نکال
دیئے تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے ۔

موتی لال ۔ مائی جی ایسا کبھی نہیں ہوگا ۔

عرفان ۔ اب کیا حکم ہے ۔

موتی لال ۔ آج ہی شبھ تاریخ ہے ۔ میرے ساتھ چلو اور آج ہی چارج لے لو ۔

عرفان ۔ چلیئے ۔ (دونوں جا کر کار میں بیٹھتے ہیں اور کار روانہ ہو جاتی ہے)

عرفان ۔ (رات دیر گئے لوٹ کر دروازے پر رنگ بجاتا ہے ۔ دو تین بار
رنگ بجاتا ہے ۔ تب کہیں آمنہ جاگتی ہے اور کھڑکی کے پاس آکر دریافت
کرتی ہے ۔ "کون ہے" ؟

عرفان ۔ میں عرفان ہوں ۔ دروازہ کھولو ۔

آمنہ ۔ (دروازہ کھول کر) خیریت تو ہے بڑی رات گئے لوٹے ۔

عرفان ۔ تمام چیزیں دیکھنا پڑا ۔ یہ لو آفس کی چابیاں ۔

(آمنہ دروازہ بند کر کے لوٹتی ہے اور چابیاں ایک کھونٹی کو لگا دیتی ہے) کار کس کی ہے۔ ؟

عرفان۔ میری ہے۔ آفس سے لایا ہوں۔

آمنہ۔ اللہ مبارک کرے۔ پھر پہلے کے دن لوٹ آئے۔

عرفان۔ مجھ سے زیادہ تم کو مبارک۔ کیونکہ تمھاری دلی مراد پوری ہوئی ہے۔

آمنہ۔ میری ہی نہیں بچوں کی بھی۔ صبح بچے سُنیں گے تو بے حد خوش ہونگے۔

عرفان۔ اصل بات یہ ہے کہ میں بھی وہاں بے چین تھا۔ صرف پیسے کی خاطر بادل ناخواستہ جدائی کی تکالیف برداشت کر رہا تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے گھر میں روزگار دلا کر سارے خاندان کی بے چینی دور کر دی۔

آمنہ۔ مالک کا شکر تو ہے ہی لیکن سوچتی ہوں شاید تمہیں شیخ سے حساب کتاب چکانا ہوگا۔ وہاں کا سامان کیسے آئے گا۔

عرفان۔ جب شیخ نے مجھے آمد و رفت کا کرایہ نہیں دیا تو میرا دل بھی شیخ سے ٹوٹ گیا تھا۔ اپنے کام کا مکمل چارج شیخ کو دے کر ہی نکلا ہوں۔ رہا سامان تو حمید صاحب کو لکھ دوں گا، وہ لالیں گے۔ یا کوئی اور آنے والا لائے گا۔ چلو چھٹی ہوئی۔ آجاؤ گلے مِلو۔ (آمنہ آکر سینے سے لگ جاتی ہے) آج تو تمھارے دل کی بے چینی دور ہو گئی نا۔

آمنہ۔ بالکل ہو گئی (محبت سے عرفان کی طرف دیکھتی ہے) ہلو گئیں۔

نواب صاحب

شرافت حسین — خریدار مکان
نواب آصف علیخان — مالکِ مکان
بیگم — نواب کی بیگم
عقیلہ — ملازمہ لڑکی
ڈاکٹر — نواب کا فیملی ڈاکٹر
بیگم شرافت — مختصر کردار

(شرافت دروازے پر رنگ بجاتا ہے۔ نواب صاحب دروازہ کھولتے ہیں)
شرافت۔ (کنجی جیب سے نکال کر) یہ لیجئے نواب صاحب کنجی۔ آپ کا مکان دیکھ لیا۔
نواب۔ آیئے بیٹھ کر بات چیت کریں۔
(شرافت اور نواب دونوں ڈرائینگ روم میں آکر صوفہ سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔
نواب۔ مکان پسند آیا کہ نہیں۔
شرافت۔ پسند تو آیا لیکن مختصر سا ہے۔
۔۔۔ ڈیڑھ سو مربع گز رقبہ ہے۔ چھوٹی فیملی کے لئے بہت کافی ہے۔

شرافت ۔ پرانا کنسٹرکشن ہے ۔ توڑ کر بنانا ہوگا ۔
نواب ۔ اگر آپ توڑ کر بنائیں گے تو لیِ سٹرک دو ملگیات نکل سکتی ہیں ۔
شرافت ۔ پھر تو رہائش کے لیئے مکان اور بھی چھوٹا ہو جائے گا ۔ آج
میٹیریل ، لیبر چارجس وغیرہ اتنے مہنگے ہیں کہ مختصر مکان کی
تعمیر کے لئے بھی دو ڈھائی لاکھ روپیئے چاہیئں ۔
نواب ۔ آپ بنائیں یا نہ بنائیں ۔ آپ کی مرضی ۔ جو کچھ ہے موجود ہے ۔
شرافت ۔ خیر نواب صاحب ۔ آخر کس قیمت پر دیں گے ۔ ڈھائی لاکھ
میں تو مہنگا ہے ۔
(اندر سے ملازم لڑکی عقیلہ عمر دس یا گیارہ سال ٹرے میں دو
کپ چائے اور پان کی ڈبیہ لیئے موجود ہوتی ہے ۔ ٹرے ٹیبل پر رکھ
کر واپس چلی جاتی ہے ۔)
نواب ۔ (ایک کپ اُٹھا کر شرافت کو دیتے ہوئے) لیجئے ۔ (شرافت
ہاتھ بڑھا کر چائے کا کپ لے لیتا ہے اور دوسرا کپ خود اُٹھا کر
چائے پینے لگتے ہیں ۔ چونکہ گرم گرم چائے نوشی کے عادی ہیں اس
لئے خاموش چائے ختم کر کے کپ ٹرے میں رکھ دیتے ہیں ۔ اور
پان ڈبیہ سے نکال کر ایک پان خود کھاتے ہیں اور ڈبیہ شرافت
کی طرف بڑھا دیتے ہیں ۔ شرافت ہاتھ بڑھا کر ڈبیہ لے لیتا ہے ۔
۔۔۔ خود پیک دان میں تھوک کر پیک دان نیچے رکھ دیتے ہیں ۔
شرافت آگے بڑھ کر باہر تھوک آتا ہے اور جیب سے سگریٹ

کا پیکٹ نکال کر نواب صاحب کی طرف بڑھاتا ہے۔) "لیجئے! باہر کا سگریٹ ہے۔"

نواب۔ میں عادی نہیں ہوں۔

شرافت۔ (خود پیکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگاتا ہے اور دھواں فضاء میں چھوڑ کر نواب صاحب کو مخاطب کرتا ہے۔) تو کہیئے نواب صاحب آخری قیمت۔ میں بیعانہ ساتھ لے کر آیا ہوں۔

نواب۔ بھائی ڈھائی لاکھ ہی آخری قیمت ہے۔ آبائی جائیداد میں صرف دو ہی مکان رہ گئے ہیں۔ ایک یہ جو میرا رہائشی مکان ہے۔ دوسرا وہ جو میں فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی کی شادی قریب آگئی ہے۔ مکان فروخت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چاہتا ہوں کہ اس کو فروخت کر کے اپنے قرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔

شرافت۔ تو لڑکی کی شادی کے لئے آپ مکان فروخت کر رہے ہیں۔

نواب۔ کیا کروں مجبوری ہے۔

شرافت۔ پھر تو نیک کام ہے۔ میں آپ کی قیمت پر ہی خرید لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کچھ نہ کچھ ثواب مجھے بھی دے گا۔

نواب۔ ضرور دے گا۔

شرافت۔ نواب صاحب۔ دنیا میں کیا رکھا ہے۔ ویسے بھی آدمی کو ایک دوسرے کی ضرورت پر کام آنا چاہیئے۔

نواب ۔ وہ بلا امتیاز مذہب و ملّت ۔

شرافت ۔ بالکل ۔ نواب صاحب ۔ مجھے بھی آپ اپنا آدمی سمجھیے ۔

شرافت ۔ (بیگ سے نکال کر) یہ لیجئے تیس ہزار روپے بطور بیعانہ ۔

نواب ۔ (گن کر) سو سو کے تین بنڈل ہیں ۔ یعنی تیس ہزار روپے ۔ لیکن رجسٹری کب ہو گی ۔

شرافت ۔ آپ جب چاہیں ہو گی ۔

نواب ۔ آج پچیس تاریخ ہے ۔ اگلے ماہ کی چار پانچ تاریخ تک ہو جائے گی ۔

شرافت ۔ قطعی ہو گی ۔ آپ نقشہ اور دستاویز تیار کروا لیجئے ۔

نواب ۔ آپ اپنے نام پر خرید رہے ہیں ۔

شرافت ۔ جی ہاں ——— میرا نام شرافت حسین ولد لیاقت حسین ۔ پی ۔ ڈبلیو ڈی ۔ کنٹریکٹر ۔ ساکن ملے پلی ۔ حیدر آباد ۔

نواب ۔ (کاغذ پر سے قلم اُٹھا کر ، لکھ چکا ۔ یہ کام پرسوں تک ہو جائے گا ۔ آپ پرسوں شام میں یا دو چار دن کے اندر آکر کاغذات دیکھ جائیے گا ۔

شرافت ۔ ضرور ۔ نواب صاحب ۔ آج جس طرف بھی دیکھئے لوٹ کسوٹ عام ہے ۔ ہر شخص ایک دوسرے کا گلہ کاٹنے کی فکر میں ہے ۔

نواب ۔ کیا کیا جائے ۔ چودھویں صدی کا زمانہ ہے (پیسے تکیے کے نیچے رکھ کر) رسید لے جائیے ۔ (رسید لکھنا شروع کرتے ہیں)

شرافت۔ نواب صاحب اس کی کیا ضرورت ہے۔
نواب ۔ اس کی ضرورت ہے اس لئے لکھ رہا ہوں ۔
شرافت۔ مجھے رسید کی ضرورت نہیں ۔ آپ پر پورا بھروسہ ہے جانے دیجئے ۔
نواب۔ آپ جانے کے بعد اگر میری نیّت بدل گئی تو۔
شرافت ۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کی نیّت بدل ہی نہیں سکتی ۔ آپ میں جو شرافت ہے وہ موروثی ہے۔ آپ خود نقصان اُٹھائیں گے لیکن کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے ۔
نواب ۔ خیر مجھ سے بحث مت کیجئے (یہ آواز بلند پکارتا ہے) عقیلہ دوڑ کر آؤ ۔ اور سامنے کی نکڑ سے رسیدی ٹکٹ لے آؤ۔
شرافت ۔ نواب صاحب آپ خواہ مخواہ تکلّف سے کام لے رہے ہیں۔ آپ پہ پورا بھروسہ ہے ۔ نہیں چاہیئے رسید ۔ میں جا رہا ہوں ۔
(پلٹ کر جاتا ہے اور موٹر میں بیٹھ جاتا ہے۔)
نواب ۔ (رسید لے کر لپکتے ہوئے) شرافت لے جاؤ رسید ۔ یہ دیکھو میں لکھ چکا ۔
شرافت ۔ (موٹر اسٹارٹ کرتا ہے) بغیر ٹکٹ کے رسید کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ خدا حافظ ۔
(موٹر اسٹارٹ ہو جاتی ہے)
نواب ۔ عجیب خریدار ہے ۔ پہلی ہی ملاقات میں بھروسہ کر لیا مجھ پر ۔

بیگم ۔ (داخل ہو کر) کیا بات ہے۔ عقیلہ کو پکار رہے تھے۔ وہ بازار گئی ہے۔

نواب ۔ ذرا نکڑ سے رسیدی ٹکٹ منگوانا تھا۔

بیگم ۔ کیوں۔

نواب ۔ ارے بھئی ایک خریدار آیا تھا۔

بیگم ۔ کیا بیعانہ ہو گیا مکان کا۔

نواب ۔ ہاں ہو گیا ـــــ (تکیہ کے نیچے سے نکال کر) یہ لو تین بنڈلس یعنی تیس ہزار روپے۔

بیگم ۔ آپ کی صورت ہی ایسی ہے کہ ہر کوئی بھروسہ کر لیتا ہے۔

نواب ۔ کیا ہے میری صورت پر

بیگم ۔ موہنی ۔ اس موہنی کے باعث میں بھی آپ کے چکر میں آ گئی۔

نواب ۔ کبھی دھوکہ ہوا ہے مجھ سے۔

بیگم ۔ آپ کے بھولے پن سے ۔ میں لٹ گئی۔ خیر گئی گزری باتوں میں کیا رکھا ہے۔ آپ مکان کے خریدار سے ہوشیار رہیئے۔ شائد جال پھینک کر آپ کو پکڑنا چاہتا ہے۔

نواب ۔ خریدار کے چہرے سے شرافت ٹپکتی ہے۔

بیگم ۔ آگاہ کیئے دیتی ہوں کہ ہوشیار رہیئے ۔ آپ دھوکا کھانے میں ماسٹر ہیں۔

نواب ۔ تم تو ہر کسی پر شک کرنے لگتی ہو۔

بیگم ۔ تسک ہی آدمی کو ہوشیار کرتا ہے ۔
نواب ۔ خیر بھئی تم اطمینان رکھو میں اس آدمی سے ہوشیار رہوں گا ۔
بیگم ۔ خیر یہ کہئیے کیا بات چیت ہوئی ۔ کب رجسٹری ہو گی ۔
نواب ۔ مکان بوسیدہ ہے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ڈھائی لاکھ پر لینے کو راضی ہو گیا ۔
بیگم ۔ نواب دو لاکھ بیس ہزار روپئیے وصول طلب ہیں ۔ رجسٹری کے وقت میرے بھائی جواد کو ساتھ لے جائیے ۔ پہلے پیسے لیجئے بعد میں کاغذات پر دستخط کیجئے ۔
نواب ۔ کیا میں بچہ ہوں ۔ جو اس طرح سمجھا رہی ہو ۔
بیگم ۔ اکثر نواب بچے ہی ہوتے ہیں ۔ خیر یہ کہئیے کہ رجسٹری کب ہو گی ۔
نواب ۔ رجسٹری ہو گی اگلے ماہ کی چار تاریخ کو ۔
بیگم ۔ تو اب ایک ہفتے میں نقشے وغیرہ تیار کر لینے ہوں گے ۔
بیگم ۔ آج منشی صاحب آئیں گے ۔ انہیں نقشے اور دستاویز تیار کرنے کے لئے کہہ دیجئے ۔
نواب ۔ ہاں ہاں تیار ہو جائیں گے تم فکر مت کرو ۔
بیگم ۔ اٹھئے ۔ دوپہر کا کھانا تیار ہو گیا ۔
نواب ۔ چلو ۔
(ڈرائینگ روم کا دروازہ بند کر کے دونوں زنان خانے میں چلے جاتے ہیں)

(شرافت باہر کار روک کر ہارن بجاتا ہے)
نواب۔ ڈرائینگ روم سے ـــــ کون ؟
شرافت ۔ شرافت ۔
نواب ۔ آجائیے اندر ۔
شرافت ۔ (دونوں ہاتھ میں آم کا بڑا بیسکٹ لئے اندر داخل ہوتا ہے)
السّلام علیکم۔
نواب ۔ وعلیکم السّلام ۔
شرافت ۔ (بیسکٹ سامنے رکھ بیٹھ جاتا ہے ۔) نواب صاحب ہمارا کنٹراکٹ کولاپور رسمستان میں بھی چل رہا ہے ۔ کولاپور میں راجہ کے باغ کے خاص آم ہوتے ہیں ۔ میرے ایک ساتھی نے وہاں سے بھیجا ہے ۔ میں نے کہا تھوڑے سے آپ کے پاس بھی لیتا چلوں ۔
نواب ۔ شرافت صاحب ۔ اس کی کیا ضرورت تھی ۔ آپ نے خواہ مخواہ تکلیف کی ۔
شرافت ۔ تکلیف نہیں ۔ میں تو خلوص سے لے آیا ہوں ۔ اگر آپ قبول کریں تو اس کو اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا ۔
نواب ۔ اماں ۔ تم بھی بڑے پُرخلوص نکلے ۔ کونسے آم ہیں یہ ۔ ؟
شرافت ۔ اس کو "حمایت" کہتے ہیں ۔ بڑا شیریں ہوتا ہے ۔ آم کھا کر دیکھئے ۔
نواب ۔ میں جانتا ہوں (بہ آوازِ بلند) عقیلہ

عقیلہ۔ (آموجود ہوکر) جی جناب۔
نواب۔ آم گھر میں لے جاکر کچھ کاٹ کر لے آؤ۔
شرافت۔ نواب صاحب۔ آپ گھر میں کھائیے گا۔ میں سیر ہو کر آیا ہوں۔
نواب۔ لے جاؤ اندر۔ اور آم خالی کر کے باسکٹ لے آؤ۔
عقیلہ۔ اچھا جناب۔ (باسکٹ اٹھا کر اندر لے جاتی ہے اور باسکٹ خالی کر کے لے آتی ہے۔ پھر باسکٹ رکھ کر چلی جاتی ہے۔
شرافت۔ نواب صاحب مرزا غالب نے آم پر بھی شعر کہے ہیں۔ آپ کو یاد ہوں گے۔
نواب۔ آم پر تو غالب نے ایک مثنوی کہی ہے۔ چند شعر یاد رہ گئے ہیں۔ آپ بھی سنیئے۔
شرافت۔ ارشاد۔

نواب۔

مجھ سے پوچھو تمہیں خبر کیا ہے
آم کے آگے نیشکر کیا ہے
اور دوڑائیے قیاس کہاں
جانِ شیریں میں یہ مٹھاس کہاں
صاحبِ شاخ و برگ و بار ہے آم
نازہ پروردہ بہار ہے آم

اور کیا شعر ہے اب تو کچھ یاد نہیں آرہا ہے۔
شرافت۔ خیر جانے دیجئے۔

نواب ۔ وہ محفلیں چھوٹیں ۔ وہ صحبتیں گئیں ۔ اب تو جینے کے لالے پڑے ہیں
آپ کو شاعری سے کیسے لگاؤ ۔ آپ شاعر تو نہیں ہیں ۔

شرافت ۔ میں شاعر نہیں ۔ سخن فہم ہوں ۔ نواب لوگوں کی صحبتوں میں
بیٹھا ہوں ۔ مشاعروں میں شریک ہوا ہوں ۔ ایسے شعر سُننے کا
چسکا مجھے لگ گیا ۔ نواب صاحب ۔ آپ تو شاعر ضرور رہے ہوں گے ۔

نواب ۔ شاعر ہوں نہیں ۔ کبھی تھا ۔

شرافت ۔ کم از کم چند شعر تو یاد ہوں گے ۔

نواب ۔ ایک دو یاد ہیں ۔

شرافت ۔ ارشاد ۔

نواب ۔ اماں مت یاد دلاؤ گئی گزری باتوں کو ۔ دل پر چرکے لگتے ہیں ۔
خیر لو آ ہی گیا شعر زبان پر ۔

شرافت ۔ ارشاد ۔

نواب ۔ (ہاتھ سے انداز بتلاتے ہوئے)

خود بخود اس شوخ کی جانب کھنچا جاتا ہے دل
بے ارادہ بے سبب رغبت کبھی ایسی نہ تھی

شرافت ۔ واہ واہ ۔ سبحان اللہ ۔ کیا روانی ہے ۔ کیا والہانہ جذبہ ہے محبت
کا ۔ بہت خوب شعر ہے ۔

نواب ۔ آگے سُنیے ۔ ورنہ پھر ذہن سے نکل جائے گا ۔

شرافت ۔ ارشاد ۔

نواب ۔ ؎

وصل کی شب دلبری کو لگ گئے ہیں چار چاند
راحتِ جاں آپ کی صورت کبھی ایسی نہ تھی

شرافت ۔ واہ کیا محاکاتی شعر ہے ۔ کیا سادگی و پُرکاری ۔ کیا جذبات نگاری ہے ۔ آپ کے شعر پہ مجھے اپنی سہاگ رات یاد آگئی ۔

نواب ۔ میرا بھی سہاگ رات میں کہا ہوا شعر ہے یہ ۔

شرافت ۔ ضرور ہو گا ۔ تب ہی تصویر کھینچ دی آپ نے ۔

نواب ۔ شرافت اب یاد مت دلاؤ ۔ دل کو چُرکے لگتے ہیں ۔ ہائے کیا زمانہ تھا ہماری جوانی کا ۔ ہائے ۔

شرافت ۔ ہاں تو نواب صاحب ۔ میں یاد دلانے آیا تھا کہ کل رجسٹری کا دن ہے ۔

نواب ۔ ابھی ابھی نقشہ اور دستاویز تیار ہو کر آئے ہیں ۔ آپ بھی دیکھ لیجئے ۔
(میز کی دراز سے نقشہ اور دستاویز اور اپنے کاغذات نکال کر دیتا ہے)

شرافت ۔ (ہاتھ میں لے کر اُلٹ پلٹ کر دیکھتا ہے اور واپس کرتا ہے)
آپ ہی کے پاس رہنے دیجئے ۔

نواب ۔ یہ جائیداد کا معاملہ ہے اچھی طرح دیکھ لیجئے ۔

شرافت ۔ مجھے آپ پر پورا بھروسہ ہے ۔ کیا دیکھوں ۔ آپ جیسے لوگ دھوکہ دے ہی نہیں سکتے ۔

نواب ۔ تو کل کتنے بجے رجسٹریشن آفس آجاؤں ؟

شرافت ۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ ٹھیک گیارہ بجے میں خود آپ کو لینے آجاؤں گا۔ آپ ہم ملکر رجسٹریشن آفس چلیں گے۔

نواب ۔ ٹھیک ہے۔

شرافت ۔ تو چلتا ہوں (اُٹھ کھڑا ہوتا ہے) خدا حافظ۔

نواب ۔ خدا حافظ۔

(نواب صاحب کے گھر کے باہر موٹر کا ہارن بجتا ہے۔ نواب صاحب ڈرائینگ روم سے برآمد ہوتے ہیں)

شرافت ۔ موٹر میں سے ہی ۔ السّلام علیکم۔

نواب صاحب ۔ وعلیکم السّلام۔

شرافت ۔ آجائیے رجسٹریشن آفس چلیں۔

نواب ۔ ابھی آیا ۔ (کھونٹی کو لگا ہوا ہینڈ بیگ کھول کر جائزہ لیتے ہیں۔ رجسٹریشن کے نئے اور پرانے کاغذات کو موجود پاتے ہیں۔ (اپنے آپ سے، ٹھیک ہے) بیگ بند کر کے ہاتھ میں پکڑے باہر نکلتے ہیں۔ چلیئے۔)

شرافت ۔ نواب صاحب گھر کی کنجی۔

نواب ۔ ارے بھول گیا۔ (پھر پلٹتے ہیں اور کھونٹی پر ٹنگی کنجی کو لے کر باہر نکلتے ہیں۔ "لیجئے" شرافت کنجی لے کر جیب میں رکھ لیتا ہے۔ نواب صاحب ہاتھ میں بیگ پکڑے پچھلی سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور دس منٹ میں رجسٹریشن آفس پہنچ جاتے ہیں۔

جیسے ہی آفس کے وراندے میں کار رکتی ہے دو آدمی کار کے
پاس آموجود ہوتے ہیں۔ شرافت سے علیک سلیک ہوتی ہے۔

شرافت۔ نواب صاحب آپ کار میں بیٹھئے میں ابھی آتا ہوں۔

(نواب صاحب سے نیئے و پرانے دستاویزات لے کر آفس میں چلا
جاتا ہے۔ دس منٹ کے بعد آفس کلرک، اٹنڈر اور شرافت
نواب صاحب کے پاس پہنچتے ہیں۔

آفس کلرک۔ (دستاویز کھول کر) یہاں دستخط کیجئے۔ یہاں دستخط کیجئے۔

(نواب صاحب دو دستخط کرنے کے بعد رک جاتے ہیں۔)

شرافت۔ کیوں رک گئے آپ؟ اوہ۔ شائد پیسوں کے لئے۔ میرا لڑکا
پیسے لے کر آرہا ہی ہوگا۔ آپ بلاخوف دستخط کیجئے۔

(نواب صاحب بلاخوف دستخط کرتے چلے ہیں۔ یہاں تک کہ دستاویز
اور نقشوں پر مکمل دستخطیں ہو جاتی ہیں۔ موقع پر موجود گواہ بھی
دستخطیں کر دیتے ہیں۔ کلرک کاغذات لے کر چلا جاتا ہے۔)

نواب صاحب آئیے کچھ کھالیں۔ آپ کو بھی بھوک لگ رہی ہوگی۔

نواب۔ چلیئے۔

(دونوں مل کر قریب کی عالیشان ہوٹل میں جاتے ہیں اور چکن، مٹن بریانی
وغیرہ شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں۔ پھر پلٹ کر رجسٹریشن آفس باقاعدہ ڈی
میں آتے ہیں۔ شرافت موٹر روک دیتا ہے۔ پلٹ کر دیکھتا ہے تو
نواب نیند کی آغوش میں ڈوبے نظر آتے ہیں۔ "سو گئے ہیں"۔ اُتر

کر رجسٹریشن آفس میں چلا جاتا ہے۔ نواب صاحب نیند میں مست ہیں۔ شرافت پلٹ کر آتا ہے۔ کار کا دروازہ کھول کر بیٹھتا ہے کہ نواب صاحب نیند سے چونک کر اُٹھتے ہیں۔

شرافت۔ کیا بات ہے، آپ نیند میں چونک گئے۔

نواب۔ آپ کا لڑکا پیسے لے کر آیا۔؟

شرافت۔ میں خود پریشان ہوں۔ کیوں نہیں آیا۔ آپ گھر چلئے۔ میں پیسے لے کر آپ کے پیچھے ہی آتا ہوں۔ اگر لڑکا مل گیا تو میں آپ سے پہلے ہی آپ کے گھر پہ رہوں گا۔ (موٹر سے اُتر کر باہر آتا ہے اور ایک ٹیکسی کو لے آتا ہے) نواب صاحب اس میں بیٹھ جائیے اور گھر جائیے گا۔ (سَو کا نوٹ نکال کر) یہ لیجئے، رکھ لیجئے گا۔ ڈرائیور کو پچاس روپے دے دیجئے گا۔ (نواب صاحب نوٹ لے کر جیب میں رکھ لیتے ہیں اور دوسری کار میں بیٹھ جاتے ہیں۔ دونوں کار اسٹارٹ ہوتے ہیں۔ ایک کار نواب صاحب کو لے کر اُن کے گھر کی طرف مُڑ جاتی ہے۔ اور دوسری کار دوسری طرف ــــ نواب صاحب کار سے اُتر کر ڈرائینگ روم میں پہنچتے ہیں۔ شیروانی اُتار کر پلنگ پہ دراز ہو جاتے ہیں۔ زنان خانے سے بیگم داخل ہوتی ہے۔)

بیگم۔ نواب صاحب۔ کیا ہو گئی رجسٹری؟

نواب۔ ہو گئی۔

بیگم ۔ لائیے پیسے ۔ الماری میں رکھ دوں ۔
نواب ۔ دیتا ہوں ۔
بیگم ۔ آپ نکالیئے ۔ چولھے پر ہنڈیا ہے ۔ میں ابھی آئی ۔ (زنان
خانے میں چلی جاتی ہے)
(نواب صاحب کانٹوں پر وقت گزارتے ہیں ۔ دس منٹ تک
انتظار کرتے ہیں ۔ ان کا ماتھا ٹھنکتا ہے ۔ فوری شرافت کے
گھر پر فون ملاتے ہیں ۔ گھنٹی بجتی ہے ۔ کوئی ریسور اٹھاتا ہے
"ھلو" زنانی آواز آتی ہے ۔
نواب ۔ میں نواب آصف ہوں ۔ گھر سے بات کر رہا ہوں ۔ شرافت
صاحب سے بات کروائیے ۔
زنانی آواز ۔ شرافت صاحب نہیں ہیں ۔
نواب ۔ کہاں گئے ہیں ۔ مجھے فوری ضرورت ہے اُن کی ۔
زنانی آواز ۔ (فون سے) کھمم گئے ہیں ۔
نواب ۔ کب ؟
زنانی آواز ۔ صرف دس منٹ پہلے ۔
نواب ۔ کیوں ؟
زنانی آواز ۔ (فون سے) یہ کہہ چلے گئے کہ کنٹراکٹس کی اقساط باندھنا
ہے ۔
(نواب صاحب کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ جاتا ہے ۔)

اُسے نواب تیری شرافت تجھے لے ڈوبی۔ کاش تو دستاویز پر دستخط نہ کرتا۔ تیری لڑکی کی شادی ہو چکی۔ (صوفے پر لڑھک جاتا ہے۔)

(دوسرے منٹ بیگم آموجود ہوتی ہے۔ نواب کو بے سدھ پڑے دیکھ کر ہلاتی ہے۔ "نواب صاحب۔ نواب صاحب" کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ فوری نبض پر ہاتھ رکھتی ہے۔ "نبض ساکت ہے" فوری فیملی ڈاکٹر کو فون کرتی ہے۔

ڈاکٹر۔ کون۔ میں ڈاکٹر عابد ہوں۔

بیگم۔ (فون پر) ڈاکٹر صاحب میں بیگم نواب آصف علی خان ہوں۔ گھر سے فون کر رہی ہوں۔ فوری آئیے نواب صاحب کی حالت سیریس ہے۔

ڈاکٹر۔ کیا ہوا ہے انہیں۔؟

بیگم۔ ایسے سوئے ہیں کہ اُٹھتے ہی نہیں۔

ڈاکٹر۔ ابھی آیا۔

(پانچ منٹ میں ڈاکٹر عابد نواب صاحب کے گھر پہنچ جاتا ہے۔ اسٹیتھ اسکوپ نکال کر سینے پر رکھتا ہے۔ کوئی حرکت سنائی نہیں دیتی۔ ہاتھ سے نبض دیکھتا ہے۔ نبض ساکت ہے۔ فوری سینے پر دو تین مکّے مارتا ہے۔ ہاتھوں سے دل کا مساج کرتا ہے۔ گردن کے پلز دیکھتا ہے

پھر بیٹری سے آنکھ کی پتلی کو دیکھتا ہے۔ لیکن نواب کے سینے میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوتی۔

ڈاکٹر۔ بیگم صاحبہ۔ افسوس کہ نواب چل بسے۔

بیگم۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ابھی ابھی زندہ تھے۔

ڈاکٹر۔ شائد کسی صدمے کے باعث ان کا ہارٹ فیل ہو گیا۔ میں چلتا ہوں۔ (ڈاکٹر چلا جاتا ہے)۔

بیگم۔ یا اللہ! میں زندہ مر گئی۔ خریدار گھر کے پیسے ڈوبا دیا شائد! کوئی ان کے ساتھ مجھے بھی دفن کر دے رے۔

(بے تحاشہ گر پڑتی ہے)

جانوروں کی میٹنگ

ایک نوجوان خوبرو گدھی
ایک جوان گدھا
ایک ادھیڑ عمر کا گدھا
ایک ادھیڑ عمر کی گدھی
ایک کتے کا جوڑا
ایک گائے۔
ایک بندر

دن کے بارہ بجے ہیں۔ راستے سنسان ہو چکے ہیں۔ دکانات اور مکانات کے دروازے بند ہیں۔ ہر چوراستے اور ہر نکڑ پر چار چار پولس کے جوان ہاتھوں میں بندوقیں لئے ٹہل رہے ہیں۔ —— یعنی مکمل کرفیو کی کیفیت ہے۔

اچانک ایک گلی سے چند گدھے نکلتے ہیں اور آہستہ آہستہ چل کر چوراستے کے بیچ میں جمع ہو جاتے ہیں۔ ایک نوجوان خوبرو گدھی جس کے سُم پتلے پتلے سے ہیں چاروں طرف ایک نظر ڈالتی ہے۔ خوشی سے ہنہناتی ہے اور ناچنے لگتی ہے۔ اس کو

ناچتا دیکھ کر چند آوارہ گدھے آموجود ہوتے ہیں۔)

جوان گدھا۔ یہ تو کلاسیکل ناچ معلوم ہوتا ہے۔

نوجوان گدھی۔ کلاسیکل والاسیکل کچھ نہیں۔ یہ تو خوشی کا ناچ ہے

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ کس خوشی میں ناچ رہی ہو۔

نوجوان گدھی۔ میں بہت خوش ہوں۔ خوشی کی لہریں میرے سینے

سے اٹھ رہی ہیں۔ اور میں ناچ رہی ہوں۔

گدھا۔ آخر کس خوشی میں۔ بتاؤ تو سہی ہم بھی ناچیں گے۔

نوجوان گدھی۔ اب میں رک نہیں سکتی۔ پہلے مجھے جی بھر ناچ لینے دو۔ پھر

بتلاؤں گی۔

نوجوان گدھا۔ نہیں پیاری پہلے بتلاؤ۔ میں بھی ناچوں گا۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ سنبھل کر۔ کوئی آئے گا تو تیرے کولھے پر ڈنڈے جمائے گا۔

اور تجھے پکڑ کر کونڈ واڑے میں ڈال دے گا۔

نوجوان گدھی۔ (رک کر) ارے بھولے چاچا۔ دیکھتے نہیں ہو کہ پولس نے ہم جانوروں

کو کھلی چھٹی دے دی ہے۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ کس خوشی میں۔

نوجوان گدھی۔ انسانوں کی نگرانی کی جارہی ہے۔ اور جانور آزاد ہیں۔ یہ خوشی

کی بات نہیں ہے۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ کیوں انسانوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔

نوجوان گدھی۔ میرے بھولے چاچا۔ تم کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ انسانوں

کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

راستے میں چوراستے کے روبرو کا دروازہ کھلتا ہے اور ایک دس بارہ سال کا لڑکا سڑک پر آکر ادھر اُدھر دیکھنے لگتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک مگ ہے۔ شائد وہ دودھ کے لئے نکلا ہے۔

ادھر سے پولس کی گرجدار آواز نکلتی ہے)

پولس کا جوان ــ ابے چل بھاگ۔ جا گھر میں۔ ورنہ گولی سے اڑا دوں گا۔

(لڑکا گھر میں بھاگ جاتا ہے)

نوجوان گدھی ــ (ادھیڑ عمر کے گدھے سے) چاچا کہو۔ تم نے کیا دیکھا۔

ادھیڑ عمر کا گدھا ــ بچی تم سچ کہتی ہو۔ انسانوں کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ وہ لڑکا گھر سے نکلا ہی تھا کہ پولس نے اس پر گولی چلانے کی دھمکی دی اور وہ پھر گھر میں بھاگ گیا بیچارہ۔

ادھیڑ عمر کی گدھی ــ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ کیوں انسانوں کو حیوانوں کی طرح قید کر دیا گیا ہے۔

نوجوان گدھی ــ بوڑھی چاچی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے بال دھوپ میں سفید ہو گئے ہیں۔ اس علاقے میں دو ہفتوں سے انسانوں کے درمیان فساد چل رہا ہے۔ دوکانات لوٹ لی جا رہی ہیں۔ مکانات جلائے جا رہے ہیں۔ انسان ایک دوسرے کو چھروں، چاقو، بموں سے قتل کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو راستوں پر خون کی دھاروں

کے نشان۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ انسانوں سے انسانیت ختم ہو گئی ہے کیا ؟

جوان گدھا۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

نوجوان گدھی۔ (مسکرا کر) اچھا ہی ہوا تاکہ ہم لوگوں کو کھلی آزادی مل گئی ہے۔ اب ہم سڑک پر ناچ سکتے ہیں۔ گا سکتے ہیں۔

جوان گدھا۔ عشق لڑا سکتے ہیں۔

نوجوان گدھی۔ (مسکرا کر) ہاں عشق بھی لڑا سکتے ہیں۔ ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ نہ کوئی آٹو ہمارا تعاقب کرنے والا ہے نہ ٹرک نہ پولس کا جوان۔ چلو آؤ۔ خوشی میں بھانگڑا ڈانس کریں۔

(نوجوان گدھی ناچتے ناچتے گانے بھی لگتی ہے۔) اے بھگوان ہم تیرا شکرادا نہیں کر سکتے۔ تو نے انسانوں میں فساد برپا کر کے ہمیں سکون کا سانس لینے کا موقع عطا کیا۔ اے بھگوان اس فساد کو طویل کر تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ ناچ گا سکیں۔

(پولس نزدیک ذرا سے گزر جاتی ہے)

ادھیڑ عمر کی گدھی۔ ارے رک جاؤ۔ (سب گدھے رک جاتے ہیں۔)

سب گدھے ملکر۔ کیا ہے۔ ؟

ادھیڑ عمر کی گدھی۔ میرا کلیجہ تو دہل گیا تھا۔ میں نے سمجھا کہ پولس ہمیں گرفتار کرے گی۔

نوجوان گدھی۔ چاچی اب گرفتاری کا خیال دل سے نکال دو۔ اب

جانوروں کو گرفتار کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ صرف انسانوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔

(اس پر تمام جانور قہقہہ لگاتے ہیں) اس طرف دیکھو۔ وہ کتوں کی ٹولی بیچ سڑک پر کھڑی چہل کر رہی ہے۔ اور اس طرف دیکھو۔ گائے کی ٹولی سڑک پر اونگھتی بیٹھی ہے۔ اور اس طرف دیکھو وہ بکریاں شانتی سے چر رہی ہیں۔

نوجوان گدھا — ایک بکرا اور بکری کے درمیان عشق بھی چل رہا ہے۔ وہ دیکھو دو گانا گا رہے ہیں۔ بکرا کہہ رہا ہے۔ اے پیاری دیکھو سارے انسان گھروں میں بند ہیں۔ آؤ دو پیار کی باتیں کریں۔ بکری کہہ رہی ہے۔ گدھے دیکھ رہے ہیں۔ ذرا صبر تو کرو۔

نوجوان گدھی — تم کو تو ہمیشہ عشق کی باتیں سوجھتی ہیں۔

نوجوان گدھا — جوانی میں سب کو عشق کی باتیں ہی سوجھتی ہیں۔

نوجوان گدھی — تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ سارا بازار سنسان پڑا ہے۔ گلی گلی میں خون کی نالیاں بہہ رہی ہیں۔ کہیں کہیں انسانوں کی نعشیں پڑی ہیں۔

نوجوان گدھا — ہمیں کیا لینا دینا ہے انسانوں کے جھگڑوں سے۔ ہم کو ان کے گوداموں میں کھانے کے لئے اناج مل جاتا ہے۔ کھیتوں میں بھاجی ترکاری مل جاتی ہے۔

نوجوان گدھی — تم سچ ہی کہتے ہو۔

ادھیڑ عمر کا گدھا ـــ (سنی ان سنی کر کے) آخر انسان کیوں ایک دوسرے کے خون کا پیاسا ہو گیا ہے ۔ میری تو سمجھ میں نہیں آیا ۔ وہ تو کتوں سے بھی گیا گزرا ہو گیا ۔

(کہیں قریب ہی کتے کا جوڑا چہل کر رہا تھا ۔ سن لیا اور دوڑا آیا ۔)

کتا ـــ آخر کیوں تم نے ہماری بے عزتی کی ۔

ادھیڑ عمر کا گدھا ـ (خوف کھا کر) میں نے تو تمھارے خلاف کچھ نہیں کہا ـ

کتیا ـــ کیوں جھوٹ بولتے ہو ـ تم نے ابھی کہا تھا کہ انسان کتوں سے بھی گئے گزرے ہو گئے ـ

ادھیڑ عمر کا گدھا ـ میری زبان سے نکل گیا ۔ بھئی معاف کر دو ـ

کتا ـــ خیر معاف کر دیا ۔ آئندہ سے زبان کو قابو میں رکھو ـ نہ جانے کیوں ہماری نسل کی غلط شہرت ہو گئی ہے ـ ہم انسانوں کے جیسے لڑاکو تو نہیں ـ

کتیا ـــ ہمارے دیس میں ہی ہماری نسل کی قدر نہیں ہے ـ ورنہ اور ملکوں میں تو ہم کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے ـ ہمیں گودوں میں بٹھایا جاتا ہے ـ ہمیں سفر میں ساتھ رکھا جاتا ہے ـ

کتا ـــ ہمارے دیس میں بھی بڑے لوگوں کے پاس ہماری قدر ہے ـ

کتیا ـــ ہم ہڈیوں پر صرف ٹھٹھول کرتے ہیں ۔ وہ بھی غذا کے ہاضمہ کے لئے ـ

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ (معصوم صورت بنا کر) یہ سچ ہے۔
کتیا۔ ہم نے کبھی کسی ہم جنس کی جان نہیں لی۔
ادھیڑ عمر کا گدھا۔ یہ سچ ہے۔
کتا۔ ہم انسانوں کے سب سے بڑے دوست ہیں۔ ہر مصیبت میں انسان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اگر وہ ہماری مدد چاہے تو چوروں ڈاکوؤں سے بچاتے ہیں۔ دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ہم پولس کے بھی محسن ہیں۔ ہماری مدد کے بغیر چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں کا سراغ نہیں لگا سکتی۔ اگر پولس ہماری مدد چاہے تو ہم فسادات پر بھی قابو پا سکتے ہیں۔
ادھیڑ عمر گدھا۔ وہ کیسے؟
کتا۔ جس علاقے میں انسان فساد مچا رہے ہیں اس علاقے میں ہماری ٹولیوں کو چھوڑ دیا جائے۔ جب کوئی دیوانہ کسی آدمی پر چاقو سے حملہ آور ہوگا تو ہم پیچھے سے اچک کر اس کی گردن دبوچ لیں گے۔ بس پولس آئے اور اس کو گرفتار کر لے۔
ادھیڑ عمر کی گدھی۔ واہ واہ۔ یہ تو بڑی اچھی ترکیب ہے۔
کتا۔ (شنی ان شنی کر کے) بس تھوڑی سی مدت میں ہی ہم امن قائم کر کے انسانیت کی خدمت کر سکتے ہیں۔ بلا وجہ آپس میں لڑ مرنا یا کسی معصوم انسان پر پیچھے سے حملہ آور ہونا یا ٹولیوں کی شکل میں بازاروں اور مکانوں کو آگ لگا دینا ہمیں قطعی پسند نہیں۔ یہ تو

صرف انسان ہی کر سکتا ہے۔ کسی حیوان سے یہ ممکن نہیں۔

تمام جانوروں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ واہ واہ۔ واہ واہ۔ (بعض نے اپنے اگلے پیروں سے تالیاں بجائیں۔)

(کہیں قریب ہی گائے چر رہی تھی۔ تالیوں کی جو آواز سنی تو اُس کی طرف چلی آئی۔)

گائے۔ دوستو! کس خوشی میں تالیاں بجا رہے تھے۔

نوجوان گدھی۔ کُتے جی نے ایسی سمجھداری کی بات کہی کہ ہم سب کے منہ سے بے ساختہ واہ واہ نکل گئی۔ بعض نے تالیاں بھی بجائیں۔

گائے۔ آخر کیا بات ہے میں بھی تو سُن سکتی ہوں۔

کُتا۔ کیوں نہیں۔ یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ انسان بلا وجہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ معصوم راہ چلتے آدمی کو پیچھے سے ایک آدمی چاقو لئے آتا ہے اور اس کو گھونپ دیتا ہے۔

گائے۔ آخر کیوں۔؟

کُتا۔ انسانوں کو شائد جنون کا دورہ پڑا ہے۔ یہ ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں۔ پاگلوں کی سی حرکتیں کر رہے ہیں۔

کتیا۔ انہیں زہر دے کر مار ڈالنا چاہیئے۔ جس طرح دیوانے کتے کو انسان زہر دے کر مار دیتے ہیں۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ کرنا تو ایسا ہی چاہیئے لیکن کرے گا کون!

نوجوان گدھی۔ بقول میرے عاشق کے (نوجوان گدھے کی طرف اشارہ کرکے)

انسانوں کے خون خرابے سے ہمیں کیا لینا دینا۔ میں دیکھتی ہوں کہ ہمیں گھومنے پھرنے کی آزادی ہے۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ کھانے کے لئے گوداموں میں اناج مل جاتا ہے۔ کھیتوں میں بھاجی ترکاری مل جاتی ہے اور کیا چاہیئے ہمیں۔

گائے۔ خیر انسان ہم پر رحم کھائے نہ کھائے۔ ہم کو تو اس پر رحم کھانا چاہیئے کہ بے چارے آپ اپنی نسل کا خاتمہ کر رہے ہیں۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ ملک کی ترقی جام ہو گئی ہے۔

ادھیڑ عمر کی گدھیا۔ بالکل۔ اگر انسان کی نسل کا خاتمہ ہو گیا تو دنیا سے فتنہ فساد، خون خرابہ، جنگ و جدل مٹ جائیں گے۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ جنگ و جدل سے مجھے یاد آیا کہ کئی سال گزر گئے انسان نے ایک بم ایجاد کیا تھا جو ہزاروں ایکڑ رقبہ کو آنِ واحد میں تہس نہس کر دیتا ہے۔ ساری انسانی و حیوانی آبادی ختم ہو گئی تھی۔ شہر کھنڈر بن گئے تھے۔

ادھیڑ عمر کا گدھا۔ سننے میں آیا ہے کہ اب تو اس سے بھی خطرناک ہتھیار ایجاد ہو گئے ہیں۔

گائے۔ خدا خیر کرے۔

ادھیڑ عمر کی گدھیا۔ انسان نے ایسے تاریخی کارنامے انجام دیئے ہیں کہ اس کی جتنی تعریف کرے کم ہے۔

راہ پر نیم کے درخت کی ٹہنی پر ایک بندر بیٹھا، ان جانوروں کی

بات چیت سُن رہا تھا۔ اچانک اس کے ہچکی آئی۔ اور اس کے آنسو گائے کے سر پر گر پڑے۔ اُس نے سر اُٹھا کر اوپر دیکھا۔

گائے۔ کہیئے بندر جی، کیوں رو رہے ہو ؟

بندر۔ آپ لوگوں کی زبانی، انسان کے کارنامے سُن کر مجھے بے ساختہ رونا آگیا۔

گائے۔ کیوں رونا آگیا۔ ؟

بندر۔ کیا عرض کروں ؟ میں نے سُنا ہے کہ پرانے زمانے میں، انسان کا تعلق ہماری نسل سے رہا ہے۔ ائے کاش ہماری نسل سے نہ ہوتا۔

گائے ۔ اس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔

کتا۔ (گائے سے مخاطب ہوکر) بواجی انسانی نسل کو اب دھرتی پہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ انسانی نسل ایسی ایسی حرکتیں کر رہی ہے جو جانوروں کو بھی زیب نہیں دیتیں۔

گائے۔ واہ واہ۔ کتے جی۔ تم نے کیا سمجھ کی بات کہی ہے۔ باتوں باتوں میں مجھے یاد آیا کہ بھگوان نے انسان کو اشرف المخلوقات کا لقب دیا تھا۔ کیا یہ لقب آج کے انسان کے لئے موزوں ہے۔

تمام جانور
بہ یک آواز } بالکل نہیں۔ بالکل نہیں۔

تمام گدھے بہ یک آواز۔ یہ لقب ہمیں دے دیا جائے۔

گائے۔ خیر چلو بھگوان کے پاس۔

تمام جانور۔ چلو۔ چلو۔

(آگے آگے گائے چلتی ہے، پیچھے پیچھے دیگر جانور اور چلتے ہوئے ایک سمت کو مڑ جاتے ہیں۔)

رحمٰن ساجد کے ـــــ

ڈراموں کا مجموعہ

چمن چمن کے پھول

قیمت : ۱۶ روپے

ملنے کے پتے : ○ حسامی بک ڈپو ۔ مچھلی کمان ۔ حیدرآباد ۔

○ الیاس ٹریڈرس ۔ شاہ علی بنڈہ روڈ ۔ حیدرآباد ۔

○ ادبی مرکز ۔ اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار ۔ حیدرآباد ۔ ۲

○ برکات مصنف ۔ 16-4-479/2، چنچلگوڑہ ۔ حیدرآباد ۔ ۲۴